ESTD. 1934

AUGUST 1976

اوم

روحانیت کا علمبردار

The Om

Delhi



Rs. 2/75

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک



بابت ماہ اگست ۱۹۷۶ء

قیمت فی پرچہ 2/75 روپے
سالانہ چندہ -/28 روپے
وی پی منگوانے پر -/4 روپے زائد
اسی چندہ میں سالانہ یوگ انک
قیمت -/10 روپے اور
بالمیکی رامائن اردو حصہ اول
قیمت -/11 روپے
مفت دیئے جائیں گے۔

غیر ممالک سے
سالانہ چندہ بذریعہ بحری ڈاک -/100 روپے
" ہوائی ڈاک -/150 روپے

چیف ایڈیٹر
گورکھو ناتھ نندہ
سمپادک
برہما نند نندہ

فہرست مضامین

بی برہمانند نندہ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و مالک نے اعلیٰ پرنٹنگ پریس گلی سوداگران بازار بلیماران دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اندرون بازار اجمیری گیٹ دہلی سے شائع کیا۔

جے جے کار جپو جگدیشے

گوربانی مارو محلہ ۵

کلا اُپائی دھری جن دھرنا — گگن رہایا ہُکمے چرنا
اگن اُپائی ایندھن مہہ بادھی — سو پربھ راکھے بھائی ہے
جیو جنت کو رِجک سمباہے — کرن کارن سمرتھ آپا ہے
کھن مہہ تھاپ اتھاپن ہارا — سوئی تیرا سہائی ہے
مات گربھ مہہ جن پرتپالیا — سانس گراس ہوئی سنگ سمالیا
سدا سدا جپیے سو پریتم — بڑی جس وڈیائی ہے
سلطان خان کرے کھن کیرے — غریب نواز کرے پربھ میرے
سو پت ونتا سو دھن ونتا — جس من وسیا ہر بھگونتا
مات پتا سُت بندھپ بھائی — جن ایہہ سرشٹ اُپائی ہے
جے جے کار جپو جگدیشے — بل بل جائی پربھ اپنے ایسے
تس بن دوجا اور نہ دیسے — ایکا جگت سبائی ہے
ست ست ست پربھ جاتا — گور پرسادی سدا من راتا
سمر سمر جیوے جن تیرے — ایک اونکار سمائی ہے
بھگت جناں کا پریتم پیارا — سبھے اُدھارن خصم ہمارا
سمر نام پُنی سب اچھا — جن نانک پیج رکھائی ہے

بھیانک ——— روچک ——— یتھارتھ

اُپدیش

اُپدیش تین پرکار کا ہوتا ہے۔ ۱۔ بھیانک ۲۔ روچک ۳۔ یتھارتھ جس کرتھ میں کرم۔ اُپاسنا اور گیان تینوں کا اُپدیش ہو۔ اُس کو شاستر کہا جاتا ہے۔ چونکہ شریمد بھگوت گیتا میں یہ تینوں اُپدیش موجود ہیں۔ اِس لئے گیتا کو مہاپرشوں نے شاستر تصور کیا ہے۔ اِس میں پہلے چھ ادھیائے کرم کی ودیا کیا کرتے ہیں۔ درمیان کے چھ ادھیائے اُپاسنا اور یوگ پر زور دیتے ہیں اور آخری چھ ادھیائے برہم گیان کا اُپدیش دیتے ہیں۔ برہم گیان ہی یتھارتھ اُپدیش ہے۔

کرم کانڈ میں بھیانک اور روچک اُپدیش دیکر لوگوں کو سنساری موہ مایا سے چھوڑا کر۔ بُرے کرموں سے ہٹا کر پرماتما کی بھکتی میں لگایا جانا مقصود ہوتا ہے۔ چونکہ عام لوگوں کی پرورتی دھن کمانے عیش و عشرت کرنے۔ مانس شراب جوا۔ تاش شطرنج۔ دوسروں کی نندیا اُستتی۔ دوسروں کا دھن چھیننا۔ جیووں کی ہتیا۔ پراستری گمن۔ وغیرہ وغیرہ گویا مہان پاپوں کی طرف۔ ہوتی ہے۔ اس لئے اُن کی پرورتی (رجحان) کو بدلنے کے لئے اُن کو بھیانک اُپدیش دینا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ ایسے پامر اور دشٹی پرشوں کے لئے یتھارتھ (یعنی برہم گیان) کا اُپدیش مفید نہیں ہوتا۔ جس کے منہ میں مانس اور شراب ہو۔ اُس کو امرت کا سواد کیسے آسکتا ہے۔ اس لئے شاستر کاروں نے اور حضرت محمدؐ صاحب نے دوزخ یعنی نرک کی بھیانک سزاؤں سے آگاہ کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اے لوگو! جس دُنیا کے لئے تم گناہ عظیم کر رہے ہو۔ یہ تو تمہارے ساتھ نہیں جائیگی۔ یہ تو تبدیلی پذیر ہے۔ ناش وان ہے۔ اور دُکھ رُوپ ہے۔ تمہارے بُرے اعمال نہ تو اس دُنیا میں سُکھ دے سکتے ہیں۔ اور نہ ہی پرلوک میں۔ بلکہ جب تمہیں اس دُنیا سے رخصت ہونا ہوگا۔ تو تمہارا یہ اننرتھ کی کمائی کا روپیہ (مال و دولت) کچھ بھی ساتھ نہیں جائیگا۔ بڑے بڑے بادشاہ اِس دُنیا میں آئے اور خالی ہاتھ چلے گئے۔ اُن کا اب نام و نشان نہیں ملتا۔

کہہ رہا ہے آسماں یہ تو سماں کچھ بھی نہیں
پیس ڈونگا ایک گردش میں جہاں کچھ بھی نہیں

جس جگہ تھا جم کا جلسہ اور خسرو کا محل — چند قبروں کے سوا اب تو وہاں کچھ بھی نہیں
گونجتے تھے جن کے ڈنکے سے زمین و آسماں — چپ پڑے ہیں قبر میں اب ہوں وہاں کچھ بھی نہیں
تخت والوں کا پتہ دیتے ہیں تختے گور کے — کھوج ملتا ہے یہانتک بعد ازاں کچھ بھی نہیں

اے انسان! وقت مرگ جب تیرے پران شریر سے نکلیں گے۔ تو اپنے کئے ہوئے بد اعمالوں کو دیکھ کر پشچاتاپ کریگا۔ اے انسان تو اپنے پرمارتھ کو بیوقوفی سے دُنیا کی عیش و عشرت میں برباد کر رہا ہے۔

لوگ کہتے ہیں۔ کہ شراب پینے میں تو کسی جانور کا خون نہیں کرنا پڑتا۔ اس لئے اس کا پینا گناہ کیسے ہو سکتا ہے: لیکن نظر غور سے دیکھیں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ جتنے پاپ ہوتے ہیں وہ زیادہ شراب پی کر ہی کئے جاتے ہیں۔ نیز جس سے انسانی عقل ہی ختم ہو جاوے۔ اس سے بڑا اور کیا گناہ ہے کہ بدھی بھرشٹ ہونے سے ہی خدا اور گورنمنٹ کا ڈر جاتا رہتا ہے۔ اور انسان اپنا قیمتی منش جنم جو کہ کئی جنموں کے پنوں سے ملا ہے کو برباد کر لیتا ہے۔ اس لئے دہرم شاستر اور تمام مذہبی کتب بد اعمالوں سے پرہیز اور نیک اعمالوں کی طرف رجوع کراتی ہیں۔

مہاتما بدھ نے فرمایا

اے منشو!

۱۔ تم شیر کے سامنے جاتے وقت خوف نہ کھانا۔ یہ پراکرم کی پریکھشا ہے۔
۲۔ تم تلوار کے نیچے سر جھکانے سے خوف نہ کھانا۔ یہ بلیدان کی کسوٹی ہے۔
۳۔ تم پربت کے شکھر سے پاتال میں کودنا۔ وہ تپ کی سادھنا ہے۔
۴۔ تم بڑھتی ہوئی اگنی کی جوالاؤں سے نہ گھبرانا۔ وہ سورن پریکھشا ہے۔

لیکن

شراب سے سدا ڈرتے رہنا۔ کیونکہ وہ پاپ اور اناچار کی جننی (ماتا) ہے۔

حضرت محمد صاحب نے بھی فرمایا ــ شراب پینا۔ جوا کھیلنا۔ سود لینا۔ دوسروں کا حق چھیننا ــ دوسروں کو عذاب پہنچانا حرام ہے۔ برُے کرموں سے بچانے کے لئے بھیانک اپدیش کیا جاتا ہے تاکہ لوگ غلط راستے کا تیاگ کر کے اور شرع شریعت کے پابند ہو کر نیک اعمال کریں۔ قرآن شریف کی چند آئیتوں کا مطلب یہاں درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ ڈرو اللہ سے جہاں کہیں تم ہو۔ لوگوں سے نیکی کرو۔ اور خوش خلقی سے پیش آؤ۔
۲۔ جو شخص بالشت بھر زمین بھی ناحق لیگا۔ وہ قیامت کے دن ساتوں آسمانوں تک دھنسایا جائیگا۔
۳۔ ایثار و انصاف۔ عفو و رحم۔ پیار و محبت۔ مساوات۔ ہمدردی و غمخواری انسانیت کے حقیقی

اوصاف ہیں۔

۴۔ جو شخص ہمسایہ کو ضرر پہنچائیگا۔ اُسے اللہ تعالیٰ ضرر (تکلیف) پہنچائیگا۔ جو کسی کو مشکل میں ڈالیگا۔ اللہ تعالیٰ اُسے مشکل میں ڈالیگا۔

۵۔ جو شخص چاہے کہ اس کی روزی میں فراخی ہو اور اجل میں تاخیر یعنی اس کی عمر دراز ہو۔ تو اُس کو چاہیئے۔ کہ اپنے دل میں رحم کو جگہ دے یعنی رحمدل بنے۔

۶۔ جو شخص ایک چڑیا کو بھی ماریگا۔ قیامت کے دن وہ اس پر فریاد کریگی۔

۷۔ نرمی کرو کہ اللہ تعالیٰ نرم دل ہے۔ وہ ہر کام میں نرمی اور مہربانی کو پسند کرتا ہے۔

۸۔ وہ شخص جو نرم دل ہے اور لوگوں کے لئے سہولت مہیّا کرتا ہے۔ اس پر دوزخ حرام ہے۔

۹۔ کسی چھوٹی سی نیکی کو بھی حقیر نہ جانو۔ بات کرتے ہوئے چہرہ کھلا ہوُا رکھو۔ تمہاری کوئی بُرائی جتلائے تو اس کا بُرا نہ مانو۔

۱۰۔ خدا اُن لوگوں کو عذاب دیگا۔ جو لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

جس طرح قرآن شریف کی تعلیم میں دوزخ کا ڈر دکھلا کر اور بہشت کی نعمتیں ظاہر کر کے لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح اہلِ ہنود کی کتب مقدسہ میں بھی اچھے اعمالوں کا ثمرہ سورگ اور بداعمالوں کا نتیجہ نرک دکھایا ہے۔ گو آجکل کا مغربی دماغ ان روچک اور بھیانک اُپدیشوں کو یہ کہکر نظر انداز کر دیتا ہے کہ یہ سب گپوڑے ہیں۔ لیکن مہاں پرشوں کے یہ کتھن آخر کسی سچائی پر مبنی ہیں۔ اس لئے دانائی اسی میں ہے کہ ہم قرآن مجید اور پرانوں کو شردھا سے پڑھیں۔ اُن پر ایمان لائیں۔ تاکہ ہم نیکی کی راہ اپنائیں ہمیں یہاں اس دُنیا میں بھی سُکھ ملے۔ اور آخرت (پرلوک) میں بھی ہم اپنی نیکیوں کا ثمرہ حاصل کریں۔ یہی عقلمندی اور دُور اندیشی ہے۔ ورنہ جہالت میں مُبتلا رہ کر ہم دین اور دُنیا دونو ہی ہاتھ سے کھو دینگے۔ اور سخت عذاب پائینگے لیکن ؎

پھر پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت

آؤ اب ہم آپ کو گرڑ پوران کا سواد چکھائے کرائیں۔ اس میں نرک یعنی دوزخ کا جو ورنن آتا ہے وہ انسان کی آنکھیں کھولنے والا ہے۔ شری وشنو بھگوان سے گرڑ جی نے پُوچھا۔ کہ ہے دیو! آپ نے مجھ سے بھگتی کے انیک مارگ اور بھگتوں کی اُتم گتی کا بہت وِستار ورنن کیا۔ اب آپ سے بھیانک یم مارگ کا حال سُننا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں نے سُنا ہے۔ کہ جو آپ کی بھگتی سے رہت ہیں۔ وہ ہی یم لوک (دوزخ) میں جاتے ہیں۔ ہے بھگون! آپ کا نام جپنا آسان ہے۔ پھر بھی لوگ بھگتی مارگ اور دھرم کرم کو چھوڑ کر ادھوگتی کو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دھکار ہے۔ ہے بھگون! پاپیوں کی جو گتی ہوتی ہے اور یم لوک کے مارگ میں ان کو جو دُکھ ملتے ہیں۔ وہ سب مجھ سے کہیئے:

شری بھگوان کہتے ہیں۔ کہ ہے گرڑ جی۔ سنئیے :-

جو لوگ پاپ کرموں میں لگے ہوئے ہیں۔ دیا اور دھرم سے رہت ہیں۔ برے لوگوں کی سنگت کرتے ہیں۔ بھگتوں یوگیوں گیانیوں اور مہان پرشوں کی سنگت نہیں کرتے اور نہ ہی وید شاستر اور پوران آدمی گرنتھ ہی پڑھنے میں رچی رکھتے ہیں۔ جن کو دھن۔ مان۔ رتبہ کا اہنکار (تکبر) ہے یا یا موہ میں پھنس کر جن کا چت پر دھن پر دارا (غیر عورت) میں رما ہوا ہے۔ اور کام کرودھ۔ لوبھ۔ موہ میں غلطان ہیں۔ وہ ہی اپوتر اور بھیانک نرک میں گرتے ہیں۔ مانس شراب جوا اور شاستر ورُدھ کرم کرنے والوں کی مرنے کے بعد جو گتی ہوتی ہے۔ اُسے سُنیں۔ پہلے کیے ہوئے اچھے برے مشرت کرموں کے انوسار یہ نشٹ شریر ملتا ہے جب شبھ کرم ختم ہو جاتے ہیں۔ تو شریر میں کوئی روگ پیدا ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ وہ روگ موت کے نزدیک لے آتا ہے! اور اُسکا کھانا پینا (ان جل) چھوٹ جاتا ہے کف سے سانس رُک جاتا ہے اور پران اُس سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تب نیتر کلا پٹ جاتے ہیں اور گلے میں گھرگھراہٹ (گھنگرو) کی آواز آنے لگتی ہے اُس کو یمدوت نظر آتے ہیں! اور ڈر سے کانپنے لگتا ہے تمام اندریوں سے جب پران نکلنے لگتے ہیں۔ تو اُسکو سینکڑوں بچھوؤں کے کاٹنے کی سی پیڑا (بے انتہا درد) محسوس ہوتی ہے۔ اسکے بعد منہ سے جھاگ اُگلنے لگتی ہے یا پیوں کا پران۔ گدا کے راستے سے نکلتا ہے پران نکلنے کے سمے کرودھ سے لال آنکھوں والے پاش (رسہ) اور لوہے کا ڈنڈا ہاتھ میں لیے ہوئے ننگے دھڑنگے دانت کٹکٹاتے ہوئے سیاہ رنگ والے یم کے دُوت (فرشتے) وہاں آجاتے ہیں۔ اُنکے بال اُوپر کو اُٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور کووں کے سمان کالے ہوتے ہیں بڑے بڑے ناخن ہوتے ہیں۔ جن سے وہ ہتھیار کا کام لیتے ہیں۔ اُن کو دیکھ کر پرانی ڈر سے مل موتر تیاگ دیتا ہے ہاہاکار (چیخ پکار) کرتا ہوا وہ پرانی شریر سے نکلنے پر انگوٹھے کے برابر شریر کو پاتا ہے اور اپنے گھر کو دیکھتا ہوا یمدوتوں سے باندھا ہوا اور مار کھاتا ہوا نہایت دکھی ہو کر مردہ شریر سے علیحدہ ہو کر اُس کے ارد گرد چکر کاٹنے کی کوشش کرتا ہے لیکن یمدوت اُسکے گلے میں رسہ باندھ کر اُسکو گھسیٹتے ہوئے لے جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہے دُشٹ آتما جلدی چل۔ تو یم لوک میں جائیگا۔ دیر مت کر ہم تمہیں کمبھی پاک آدمی نرکوں میں لے جائیں گے اس پرکار سے یم دوتوں کے بچن تتھا بھائی بندھوں کا رونا سنکر اُونچی آواز سے روتا اور چلاتا ہے لیکن اُسکی آواز اُسکے بندھو باندھو سُن نہیں سکتے۔ وہ اپنے پاپوں کا سمرن کرتا ہوا مارگ میں کتوں سے کاٹا جاتا ہے بھوک اور پیاس سے پیڑت ہوتا ہے۔ داوانل کی اگنی میں تپا ہوا پرانی گرم ریگستان میں جہاں پانی کا نام و نشان نہیں۔ پیاس سے بہت ویاکل ہوتا ہے اور چلنے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن یمدوت اُسکو لوہے کے ڈنڈوں سے پیٹتے ہیں۔ وہ مورچھت (بے ہوش) ہو جاتا ہے جب ذرا ہوش آتی ہے۔ تو یمدوت پھر اسکو مارتے ہیں۔ اور زبردستی یم لوک میں پہنچا دیتے ہیں۔ وہاں اُس کو نرک میں ڈالا جاتا ہے اور یہ تمام کاروائی ایک مہورت ماتر میں پوری ہوتی ہے۔ پھر اُس کو یم راج کے روبرو پیش کیا جاتا ہے پھر یم راج جیسا فیصلہ دیتا ہے اسکے مطابق اُسکو نرک وغیرہ میں بھیجا جاتا ہے۔ لیکن کئی لوگوں کو یم راج کی آگیا سے وہ دُوت ساتھ لیکر پھر مرتیو لوک

(اس سرشٹی) پر لے آتے ہیں۔ واسنا سے بندھا ہوا وہ پرانی پھر اپنے پہلے (مردہ) شریر میں پرویش کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن بمدوت اُس کو پھر مارتے ہیں۔ وہ بھوکا پیاسا ہوتا ہے اُس کے پتر پوتر کوئی پنڈ دان کراتے ہیں۔ تو بھی پاپیوں کو اُن سے کچھ بھی شانتی نہیں ملتی۔ وہ پرانی بھوک پیاس سے ویاکل ہو کر اور پریت بن کر کلپ بھر نرجن بن میں گھومتے ہیں۔

(گرڑ پوران کا پہلا ادھیائے سماپت ہوا)

جب موت کا دن آئیگا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
جب روگ آ کے ستائیگا کھٹیا پہ تجھ کو لٹائیگا
کوئی کار کام نہ آئیگا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اے بھولے بھٹکے انسان! غفلت کی نیند تیاگ کر راہِ راست پر گامزن ہو جا۔ رشی منی۔ اوتار۔ مہاتما۔ سنت۔ گورو۔ پیر پیغمبر۔ اولیا۔ مرشد۔ سب ہی تمہیں جگانے کی کوشش کرتے آ رہے ہیں۔ لیکن تو موہ مایا میں اسقدر غلطاں ہے کہ کسی کی بھی سننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ گویا یہ سب دھرم شاستر۔ قرآن۔ پوران۔ غلط ہیں۔ صرف ایک تو سچا ہے۔ یاد رکھ ایسا کفر تمہیں زیبا نہیں دیتا۔ خدا کے حضور میں سچے دل سے حاضر ہو کر گذشتہ بداعمالوں کی معافی مانگ۔ نماز۔ روزے جَپ۔ سندھیا تیرتھ برت وغیرہ نیک کرموں سے بُرے کرموں کے سنسکاروں کو مٹا کر اپنے نفس (من اندریوں) کو قابو کر کے ایشور کے حضور میں اپنا تن من دھن سمرپن کر دے۔ اسی میں ہی تیرا کلیان ہے۔

"اوم شم"

جگ میں جیون



مہاتما شہنشاہ جی مہاراج

جگ میں جیون ہے تھوڑا۔ اے مورکھ تجھے کچھ یاد بھی ہے
کس کارن تو آیا یہاں اور کرتا ہے کیا کچھ سوچ سمجھ
گربھ میں کیا اقرار کیا اے مورکھ تجھے کچھ یاد بھی ہے
رات دناں وِشیّن میں رم کر رام کو مورکھ بھول گیا
کہیگا کیا جب بولو بولو رام اے مورکھ تجھے کچھ یاد بھی ہے
کام کرودھ کا جال بچھا کر کال تاک میں ہے تیرے
موہ کی نیند میں سویا ہے۔ اے مورکھ تجھے کچھ یاد بھی ہے
پربھو جی سے پریت بڑھا مورکھ جو آنند اِک رس ہی رہے
دو دن جگ کی پریت رہے۔ اے مورکھ...
رنگ جو تو ہر کو سمرے۔ اِک پل میں تجھے شہنشاہ کر دے

سمرپن (خود سپردگی)

از قلم پنڈت نریندر ناتھ شرما نرینذر ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس

ہر قدم اب تیری راہوں میں اُٹھا ہوتا ہے

فکرِ دُنیا ہو تو کب فکرِ خُدا ہوتا ہے
شبِ تیرہ میں کہاں نُور بھلا ہوتا ہے

بندۂ حرص و ہوا گو یہ رہا آج تلک
اے خوشا آج سے دل بندہ تیرا ہوتا ہے

ذکرِ دُنیا میں عبث صرف ہُوا دورِ حیات
اب کوئی ذکر نہیں تیرے سوا ہوتا ہے

دِل میرا لاکھ تمنّاؤں کا تھا گہوارہ
اب شب و روز تو ہی دل میں بسا ہوتا ہے

سازِ دُنیا پہ بصد شوق لگی تھیں نظریں
اب تصوّر تیرا آنکھوں میں بنا ہوتا ہے

گُوناگُوں کارِ جہاں میں تھے لگے ہاتھ میرے
تیری خدمت میں اب ہاتھ لگا ہوتا ہے

ذکر اب اور کسی کا نہ کسی کا ہے بیاں
لب بجز حمد و ثنا اب نہیں وا ہوتا ہے

آجتک راہِ جہالت میں بہت میں بھٹکا
ہر قدم اب تیری راہوں میں اُٹھا ہوتا ہے

جسم و جاں اب نہ وہ پہلے سے ہوش و حواس
خوش نریندر ہے۔ کہ اب مردِ خُدا ہوتا ہے

کرم اور اُپاسنا

شرع شریعت اور بندگی

من بانی اور شریر سے اچھے اور بُرے دو قسم کے کرم ہوتے ہیں۔ اور ان کا پھل بھی لازمی ملتا ہے کچھ تو ایسے کرم ہیں۔ جن کا پھل مرنے کے بعد ملتا ہے۔ نرک اور سورگ کوئی فرضی کہانیاں نہیں ہیں۔ بلکہ وید شاستروں پرانوں اور دیگر کتب مقدسہ میں ان کا ذکر آتا ہے ہر مذہب والے ہدایت فرماتے ہیں۔ کہ نیک اعمال کرو۔ تاکہ تمہیں یہاں بھی سُکھ ملے اور مرنے کے بعد بھی کسی اچھے لوک میں جگہ ملے جیسے پرانک گرنتھوں میں ۱۴ لوک مانے گئے ہیں۔ سات لوک اُوپر کے اور سات لوک نیچے کے۔ اسی طرح مذہب اسلام میں بھی ۱۴ طبق تسلیم کئے گئے ہیں جس طرح پرانک گرنتھوں میں سورگ اور نرک کا ذکر آتا ہے اس طرح مذہب اسلام اور دیگر مذاہب کی کتب مقدسہ میں۔ دوزخ اور بہشت کا ذکر ملتا ہے۔ گویا تمام مذاہب کرم کی فلاسفی کو مانتے ہیں۔ اور مرنے کے بعد آتما (روح) کو قائم دائم سمجھتے ہیں جسم فانی ہے۔ لیکن روح غیر فانی ہے اور مرنے کے بعد روح کا دوزخ اور بہشت میں *- سُکھ دُکھ کا بھوگنا سویکار کرتے ہیں۔ جس طرح قرآن شریف مذہب اسلام کی متبرک اور الہامی کتاب تسلیم کی گئی ہے۔ اسی طرح مہرشی وید ویاس جی کے رچے ہوئے ۱۸ پُران اہل ہنود میں دھارمک پُستکیں مانی جاتی ہیں۔ پران اور قرآن دو تو الفاظ ہموزن ہیں۔ غالباً حضرت محمدؐ صاحب نے قرآن کو ہی ایک نیا پُران (جو کہ اہل عرب) کا سُدھار کرنے کا اجرا کیا۔ یہ اُن کی الہامی کتاب ہے۔ اُن کی اس خدائی کلام سے ظاہر ہے کہ وہ خُدا کی طرف سے بھیجے گئے پیغمبر تھے۔ گویا وہ خدا کا فرمان آسمانوں سے ہماری زمین پر لائے تاکہ یہاں کے لوگ خُدا کو مانیں۔ اُس کی پرستش کریں۔ یہاں بھی سُکھی ہوں اور مرنے کے بعد دوزخ یعنی نرک کا دُکھ بھوگنے کی بجائے (سورگ) بہشت میں جاکر ہر پرکار کے سُکھ حاصل کریں۔ گویا اُن کا لوک اور پرلوک دونو سُدھر جاویں۔

آنحضرت جب عرب دیش میں پیدا ہوئے تو وہاں وام مارگ کا زور تھا۔ لوگ خُدا کی ذات سے ہی منحرف تھے۔ اور آجکل کی یورپین تہذیب کے مطابق وہ اس عقیدہ پر اعتقاد رکھتے تھے

کرو کھاؤ پیو اور موج اڑاؤ۔ یہ انسانی جسم کھانے پینے اور عیش و عشرت کے لئے ہی ملا ہے کرموں (اعمالوں) کا پھل داتا (خدا ۔ ایشور) کہیں نہیں ہے۔ یہ سب مذہبی لوگوں نے اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے گپوڑے رچے ہوئے ہیں"

جب دھرم اور مذہب ختم ہو جاتا ہے۔ تو اناچار اور انیاچار پھیل جاتا ہے چنانچہ عرب دیش میں بھی لوگوں نے اپنا پراچین دھرم جو کہ حضرت ابراہیم کے وقت سے چلا آ رہا تھا ۔ اُس سے متنفر ہو گئے ۔ اور انسان کی شکل میں حیوان بن گئے ۔ کوئی عیب ایسا نہ تھا جس سے وہ بری الذمہ ہوں ۔ انسانی زندگی کو لوگ کھلونوں کی طرح بے حقیقت سمجھتے تھے ۔ ذرا سی بات پر کسی کی جان لے لینا اُن کے لئے محض تماشہ تھا ۔ عورتوں کو بہت ذلیل سمجھا جاتا تھا ۔ ایک ایک مرد دس دس بیس بیس شادیاں کر سکتا تھا ۔ لڑکیوں کا پیدا ہونا بہت بُرا خیال سمجھا جاتا تھا ۔ لڑکیوں کو زندہ قبر میں دبا دیا جاتا تھا ۔ غلاموں کی تجارت عام تھی ۔ شراب خوری کی یہ حالت تھی کہ لوگوں کے گھروں میں گھڑے کے گھڑے بھرے رکھے رہتے تھے ۔ لوگ شراب میں مست ہو کر بہت سی بیہودہ کاروائیاں کرتے تھے ۔ قمار بازی بہت زوروں پر تھی ۔ عرب کی اس افسوسناک حالت کا نقشہ مولانا حالی صاحب نے اپنی مشہور نظم "مسدس حالی" میں خوب کھینچا ہے ۔ ملاحظہ ہو ۔

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے
جوا اُن کی دن رات کی دل لگی تھی شراب اُن کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا ۔ غفلت تھی ۔ دیوانگی تھی غرض ہر طرح اُن کی حالت بُری تھی

جو لوگ تمام دن اور رات شراب ۔ مانس ۔ جوا اور بد فعلی میں مشغول رہتے تھے ۔ اُن کو ان گناہوں سے پاک کرنے کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کے اسباق سکھائے ۔ پھر خدا کی بندگی یعنی اُپاسنا کا سبق دیا ۔ نماز اور روزے رکھنے کی پابندی کر دی ۔ پانچ وقت کی نماز پڑھنے والا شخص اور خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر گناہوں سے توبہ کرنے والا کب دوبارہ بُرے کرم کریگا ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات کو جب سونے کے لئے بستر پر تشریف لاتے تو سورۃ قل ھو اللہ احد کو پڑھ کر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں پر دم کرتے (پھونک مارتے) اور پھر اپنے سر منہ اور جسم پر پھیرتے ۔ اس کے علاوہ ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر بھی پڑھتے ۔ وہ فرماتے تھے کہ جب انسان اپنے بستر پر (سونے کیلئے)

پہنچیا ہے تو ایک فرشتہ اور ایک شیطان اس کی طرف لپکتا ہے۔ اگر انسان اللہ کے ذکر میں مشغول ہونے کے بعد سوتا ہے تو رات بھر فرشتہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

دراصل ہمارا من (نفس) ہی فرشتہ ہے اور یہی شیطان ہے اگر ہمارا من اپنے سروپ (آتما) میں نیند سے پہلے جذب یعنی لے ہو جاوے تو اسکو برے سپن نہیں آئینگے۔ اور اگر یہ دنیاوی تفکرات میں سو جائیگا۔ تو اس کو برے سپنے آئینگے۔ اس لئے شری سوامی دیانند جی نے ہدایت فرمائی ہے۔ کہ جب سونے لگو۔ تو اپنے من کو شانت کرو۔ اور یجر وید کا شو سنکلپ سوکت پڑھو جس کا ارتھ حسب ذیل ہے۔

جو دویہ گنوں والا من جاگتے تتھا سوتے سمے دور دور چلا جاتا ہے۔ جو دور جانے والا جیوتیوں کی پرکاشک جیوتی ہے۔ وہ میرا من اچھے وچاروں والا ہووے۔ ۳۴ا ۱ ۳۴ ۰ ۱ ۳۴

۲۔ جس من کے دوارا منن شیل منش یگیہ اور دیگر کرتویہ کرم کرتے ہیں تتھا یدھوں کے اندر دھیر اور گمبھیر رہتے ہیں۔ جو اپوروشکتی والا پوجنیہ لوگوں کے انتہ کرن میں ہے۔ وہ میرا من اچھے سنکلپ والا ہو۔

۳۔ جس من کے اندر گیان شکتی چنتن شکتی۔ دھیریہ شکتی رہتی ہے اور امرت مے اور تیجو مے ہے جسکے بنا منش کوئی بھی کرم نہیں کر سکتا۔ وہ میرا من شبھ سنکلپ والا ہو۔

۴۔ بھوت۔ بھوشیت اور ورتمان کال (ماضی۔ حال اور مستقبل) میں۔ جو کچھ ہوتا ہے وہ سب اسی من دوارہ گرہن کیا جاتا ہے۔ پانچ گیان اندریاں اہنکار تتھا بدھی دوارہ جو یہ جیون یگیہ چلا رہا ہے۔ اس کا تتھا من بدھی اور کرم اندریوں کا جو ادھشٹھاتا ہے وہ میرا من سدا شبھ سنکلپ والا بنے اور کبھی بھی اشبھ سنکلپ نہ کرے۔

۵۔ جس من میں سمپورن وید اور سب شاستر اور سمپورن گیان بھرا رہتا ہے سب بدھی مان اسی سے منن کرتے ہیں۔ وہ شکتی شالی میرا من سدا شبھ وچاروں سے یکت ہو۔

۶۔ جیسے اچھا سارتھی گھوڑوں کو لگام لگا کر نیم میں رکھتا ہے اسی پرکار وش میں کیا ہوا یہ من منشوں کو شبھ استھانوں پر لے جاتا ہے۔ جو من ہر دل میں براجتا ہے۔ جو کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔ جو سب سے تیز گتی والا ہے۔ وہ میرا من اچھے سنکلپ والا ہو۔

گوربانی میں بھی اپنے من کو پیار سے سمجھایا گیا ہے ۔ ہے من میریا توں سدا رہو ہر نالے حضرت محمد صاحب نے فرمایا۔ کہ جب سو کر اٹھے تو یہ دعا پڑھے ۔

(آیت) سب تعریفیں خدا کے لیے ہیں جس نے ہمیں مار کر زندگی بخشی اور ہم کو اس کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔

واقعی جب انسان اس جاگرت اوستھا سے اٹھکر سپن اوستھا میں جاتا ہے تو اس کے لئے یہ سنسار ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرے معنوں میں یہ جیو اس سنسار کی طرف سے مردہ ہو جاتا ہے اور سپن یعنی خواب میں نئی دنیا

کھینچ لیتا ہے۔ اور جب سپن سے جاگتا ہے۔ تو خدا کی مہربانی سے گویا وہ دوبارہ زندہ ہوجاتا ہے۔ اگلی آئیت میں فرماتے ہیں۔

سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (حصن)

اے اللہ تیرے ہی لئے حمد ہے۔ تو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے ان سب کا قائم رکھنے والا ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے۔ تو آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے۔ ان سب کا روشن رکھنے والا ہے۔ اور ان کا بادشاہ ہے۔ تو حق ہے۔ اور تیرا وعدہ حق ہے۔ اور تیری ملاقات حق ہے اور تیری بات حق ہے۔ اور جنت حق ہے۔ اور دوزخ حق ہے اور سب نبی حق ہیں۔

جب پاخانے جائے تو یہ دعا پڑھے:۔

اے اللہ میں خبیث جنوں (بھوتوں۔ ناپاک روحوں) سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

جب وضو کرے۔ تو بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ کہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اے اللہ مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں اور بہت پاک رہنے والوں میں شامل کر۔ یعنی بھگتوں سادھو مہاتماؤں۔ فقیروں اور ست سنگی پرشوں کی سنگت (صحبت) عطا کر۔ گوربانی میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

اور کاج تیرے کتے نہ کام۔ مل سادھ سنگت بھج کیول نام

سنت تلسی داس جی نے بھی فرمایا

ایک گھڑی آدھی گھڑی۔ آدھی سے پن آدھ
تلسی سنگت سادھ کی کٹے کوٹ اپرادھ

جب صبح کی نماز کے لئے نکلے تو یہ دعا پڑھے۔

اے اللہ میرے دل میں نور کر دے۔ میری آنکھوں میں نور کر دے۔ میرے کانوں میں نور کر دے۔ میرے دائیں نور کر دے۔ میرے بائیں نور کر دے۔ میرے لئے نور مقرر کر دے۔ میرے پٹھوں میں نور کر دے۔ میرے گوشت میں نور کر دے۔ میرے خون میں نور کر دے۔ میرے بالوں میں نور کر دے۔ میری کھال میں نور کر دے۔ اور میری زبان میں نور کر دے۔ میرے نفس میں نور کر دے۔ میرے لئے بڑا نور مقرر کر دے۔ مجھے نور کر دے۔ میرے پیچھے نور کر دے۔ میرے آگے نور کر دے۔ میرے اوپر نور کر دے۔ میرے نیچے نور کر دے اور اے اللہ مجھے نور عنایت فرما۔

اے رب میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دے۔

اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ تو سلامت رہنے والا ہے۔ اور تجھ سے ہی سلامتی مل سکتی ہے۔ تو بابرکت ہے۔ سویدک سندھیا میں بھی بھگوان سے اس طرح کی پرارتھنا کی گئی ہے:

اونگ واک۔ اونگ پرانا پرانا۔ اونگ چکشو چکشو۔ اونگ شروترم شروترم۔ اونگ نابھی۔ اونگ ہردیم۔ اونگ کنٹھ۔ اونگ شیرا۔ اونگ باہو بھیام یشو بلم۔ اونگ کرتل کرپرشٹھے۔

بھاوارتھ۔ پرمیشور کی اپار دیا سے میرے مکھ میں رسنا اور بولنے کی شکتی۔ ناسکا میں سونگھنے کی شکتی۔ آنکھوں میں دیکھنے کی شکتی۔ کان میں سننے کی شکتی۔ جب تک مرتیو نہیں آتی۔ تمام اندریوں میں شکتی قائم رہے۔ نابھی چکر ٹھیک کام کرے۔ پران سمندر کی طرح گمبھیر اور وشال ہو۔ گلے سے مدھر سور نکلے۔ سر تندرست رہے۔ بھجائیں سدا بلشٹ اور بل کمانے والے کام کریں۔ ہاتھ سوسخن رہیں۔ ہے پربھو! جان بوجھ کر ہم ان اندریوں سے پاپ کبھی نہ کریں۔

منتر۔ اوم بھو پناتو شرسی۔ اوم بھوا پناتو نیترایو۔ اوم سواہ پناتو کنٹھے اوم مہا پناتو ہردیے۔
اوم جنا پناتو نابھیام۔ اوم تپا پناتو پادیو۔ اوم ستیم پناتو پناشرسی۔ اوم کھنگ برہم پناتو سرو تر۔

بھاوارتھ۔ پران پریہ پرمیشور میرے سر کو۔ دکھ دور کرتا پرمیشور آنکھوں کو۔ سکھ داتا پرمیشور گلے کو۔ سب سے بڑا پربھو ہردیہ کو۔ سب کا پتا نابھی چکر کو۔ دشٹوں کا سنتاپ کاری (جبار) پرمیشور پیروں کو۔ ایک رس پربھو پھر سر کو۔ اور آکاش کی طرح سرو ویاپک پتا سب انگوں کو پوتر تتھا پشٹ کریں۔

منتر۔ اوم بھو۔ اوم بھواہ۔ اوم سواہ۔ اوم مہا۔ اوم جناہ۔ اوم تپاہ۔ اوم ستیم۔

بھاوارتھ۔ ہے سرو رکھشک پربھو آپ پران سروپ۔ دکھ ناشک سکھ سروپ سب سے بڑے سب کے پتا دشٹوں کو دنڈ دینے والے انتریامی اور ستیہ سروپ ہیں۔

منتر۔ اوم سوریہ چندر مسو دھاتا یتھا پوروم کلپیت۔

بھاوارتھ۔ سارے جگت کے دھارن تتھا پالن پوشن کرنے والے پرمیشور نے جیسے پہلے کلپ کی سرشٹی میں رچنا کی تھی۔ ٹھیک اسی پرکار اس کلپ میں بھی سورج اور چندر کو۔ اگنی روپی اپنے پرکاش کو۔ پرتھوی کو۔ آکاش کو اور بھومی تتھا دھیولوک کے درمیان کے لوک لوکانتروں کو رچا۔

گیان سروپ پرمیشور پورب دشا اتھوا سامنے کی طرف کا سوامی ہے وہ پرمیشور ہمارے دکشن کی طرف بھی وراجمان ہیں۔ وہ ہماری پچھلی طرف بھی موجود ہیں۔ وہ ہماری بائیں طرف بھی ویاپک ہیں۔ نیچے اور اوپر کی طرف بھی ویاپت ہیں۔

ہے پرم دیو پرمیشور آپ اندھکار سے پرے ہیں۔ (گویا عین نور ہیں) آپ سُکھ سروپ اور گیان سروپ ہیں۔ آپ مہاتماؤں، مُمُوکھشووں اور بھکتوں کے آنند داتا ہیں۔ آپ چراچر کے آتما ہیں۔ ہم آپ کے سَروُتّم تیج (نور) کو اپنے ہردہ میں دیکھتے اور انوبھو کرتے ہوئے اتی شردّھا اور بھکتی سے آپ کو پراپت ہوویں ہے سکل جگت کے اُتپتی کرنے والے پتا! آپ ادبھت سروپ ہیں۔ گیانی پُرشوں کے ہردہ میں سدا وراجمان ہیں۔ آپ اپنے بھکتوں کی رکھشا کرنے والے اور دُشٹوں کا سنگھار کرنے والے ہیں۔ آپ شُدّھ سروپ اور پرلے (قیامت) کے بھی پیچھے رہنے والے ہیں۔ آپ ہی ہمارے جیون آدھار ہیں۔ آپ سے ہی یہ سارا جگت اُتپنّ ہوا ہے۔ آپ ہی تمام شُبھ گنوں کی کھان ہیں۔ آپ کا ہم سدا دھیان کریں۔ آپ ہمیں سدبُدھی پردان کریں۔ آپ کو ہمارا اتی نمرتا، پرم شردّھا اور بھکتی سے بار بار نمسکار ہو۔ ہے پرم پِتا پرماتمن! ادھیاتمک۔ آدھی بھوتک اور آدھی دیوک دُکھوں ارتھات اِن تین تاپوں کو دُور کرو۔ اوم شانتی۔ شانتی۔ شانتی۔

جیسے پورانک گرنتھوں میں پاپوں (گناہوں) کو دُور کرنے کے لئے سندھیا۔ اُپاسنا شُبھ اور نشکام کرم۔ دان، پُنیہ۔ برّت۔ نیم۔ وغیرہ لازمی قرار دیئے گئے ہیں۔ اِس طرح قرآن مجید میں بھی جو آئیتیں درج ہیں۔ اور خُدا سے دُعائیں (پرارتھنائیں) کی گئی ہیں۔ وہ اِنسان کو خُدا کی ہستی کا یقین دلا کر یعنی شردّھا اور اعتقاد پیدا کر کے اُس کو خُدا کے نزدیک لے جاتی ہیں۔ جیسے قرآن شریف میں صبح اُٹھکر دُعا کرنا۔ کھانے کے وقت۔ چلتے وقت۔ سونے کے وقت ضروری حاجات کے لئے جاتے وقت۔ وضو کرتے وقت زمین پر پاؤں رکھتے وقت۔ گویا کوئی کام کرتے وقت اُن کے لئے مختلف آئیتیں موجود ہیں۔ اِس طرح پورانک گرنتھوں میں بھی منتر موجود ہیں۔

پورانک گرنتھوں میں صبح اُٹھتے ہی دونو ہاتھوں کو دیکھنا اور اُن کو منہ پر ملنا بتایا ہے منتر حسب ذیل ہے

کر اگرے وستے لکشمی۔ کرمدّھیے سرسوتی

کرمُولے ستھتو برہما۔ پربھاتے کر درشنم

ارتھ:۔ ہاتھوں کے اگلے حصّہ میں لکشمی کا نواس ہے درمیان میں سرسوتی کا۔ اور مُول میں برہما جی کا۔ اِس لئے پربھات کے سمے (یعنی نیند سے بیدار ہوتے ہی) اِن کا درشن کرنا چاہیئے۔

زمین پر پاؤں رکھنے سے پہلے پرتھوی کو پرنام کرنے کے لئے اور بھگوان وِشنو کا دھیان کرنے کیلیے کہا گیا ہے۔

۱۔ اوم پیا پرتھویانگ پے اودھی شُو۔ بھو دِویہ انتر کھشے بیودھا پے اشوتی پردی شا سنتو بھنگ۔

۲۔ اوم وِشنو رراٹ مسی۔ وِشنو شنپ ترلیتھا۔ وِشنو سیودسی وِشنو دھرووا اسی۔ وِشن میوسی وِشن دیتوا۔

۳۔ شکلانگ ورد حنم۔ وِشنو شمتنی ورننگ چتر بُھجنگ پرسن بدننگ دھیائیتے۔ سروِ گھنوپ شانتی اسے۔

بھاوارتھ۔ چار بازوؤں والے۔ پرسن بدن۔ آسمانی رنگ والے بھگوان وِشنو کا دھیان کرنے سے تمام وِگھن سماپت ہو جاتے ہیں۔

پھر شوچ (ضروری حاجات) کرنے سے پہلے جو منتر پڑھا جاتا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔ جو کہ قرآن شریف کی آیت جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کے ساتھ تقریباً مِلتا جُلتا ہے۔

گچھنتو رِشیو دیوا۔ پشاچہ یے چ گوہیہ کا
پِترِ بھی بھوت گنا سروے۔ کرشیے مل موچنم

ارتھ۔ اے نظر نہ آنے والے پشاچو۔ بھوت پریتو دیوتاؤ۔
رِشیو! پِترو! (گپت چرو) آپ پیچھے ہٹ جاؤ (چلے جاؤ) کیونکہ میں مل (پاخانہ اور پیشاب) کا تیاگ کرنے لگا ہوں۔

ضروری حاجات کے بعد کم از کم سات دفعہ شُدھ مٹّی لگا کر ہاتھ دھونے کا نیم ہے۔ پھر اشنان کرتے وقت مندرجہ ذیل منتر پڑھا جاتا ہے۔

پُشکرادیانی تیرتھانی گنگادیا سری تس تتھا۔ آگچھنتو پوترانی سنانگ کالے سدامم

ارتھ۔ میں گنگا۔ جمنا۔ سرسوتی اور پُشکر وغیرہ سب تیرتھوں کا آواہن کرتا ہوں۔ میرے اشنان کرتے وقت ہمیشہ یہ سب تیرتھ اور ندیاں آئیں۔ اور مجھے پوتر کریں۔ (جیسے جیو آتما اپنے شریر کا ابھیمانی دیوتا ہے۔ اسی طرح گنگا جمنا وغیرہ ندیوں اور تیرتھوں کا بھی ابھیمانی دیوتا ہے سورج چندرما کا بھی ابھیمانی دیوتا اُن کے اندر ہے یہ سب دِوّیہ شکتیاں ہیں۔ جو کہ پرماتما سے الگ نہیں ہیں۔ البتہ اپنی اپنی جگہ پر علیحدہ کام بھی کرتی ہیں۔ جیسے ہمارے شریر میں آنکھ۔ منہ۔ ناسکا۔ توچا وغیرہ وغیرہ اندریوں میں سب دِوّیہ شکتیاں موجود ہیں۔ اور اپنا علیحدہ علیحدہ کام کرتی ہیں۔ اسی طرح وراٹ بھگوان کے پاؤں گویا پرتھوی ہے۔ سورج اور چندرما اُس کی آنکھیں ہیں اسی طرح آکاش۔ وایو۔ اگنی جل اور پرتھوی یہ سب اُسی ایک دِوّیہ وراٹ بھگوان کا شریر ہے اس لئے جب ہم گنگا جمنا سرسوتی وغیرہ کو پرنام کرتے ہیں تو گویا بھگوان کی دِوّیہ شکتیوں کو ہی پرنام کرتے ہیں۔ بھگوان اُن سے علیحدہ نہیں ہے سب کچھ وہی ہے۔

قرآن شریف کی سورہ مومن کی ابتدائی آیات یہ ہیں۔

مطلب۔ یہ کتاب اُتاری گئی ہے۔ اللہ کی طرف سے۔ جو زبردست ہے اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔ وہ سخت سزا دینے والا بھی ہے صاحبِ قدرت ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اُسی کی طرف (سب نے) جانا ہے وہ ہمیشہ زندہ

ہے۔ (یعنی ست ہے جس کا کبھی ناش نہیں ہو سکتا) نہ اُس کو اُونگھ دبا سکتی ہے۔ نہ نیند (گویا وہ مایا کے تینوں گنوں ست رج اور تم نیز تینوں اوستھاؤں۔ جاگرت سپن اور سشوپتی سے بری ہے نیند اور آلس تموگن کا کاریہ ہے۔ پرماتما پر اُس کا اثر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تینوں گنوں کی پکڑ سے دُور ہے۔ کیونکہ تری گُن مئی مایا کا وہ خود مالک ہے) اللہ ایسا ہے کہ اُس کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ زندہ ہے یعنی قائم بالذات ہے۔ (ست ہے) وہ تمام حاضر و غائب حالات کو جانتا ہے (گویا وہ تر کال درشی اور گھٹ گھٹ کی جاننے والا ہے) اُس کی کرسی نے تمام (ساتوں) آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر رکھا ہے بھور بھوا۔ سواہ۔ مہا۔ جنا۔ تپا۔ ستیم یہ اُوپر کے سات لوک ہیں۔ سات ہی نیچے پاتال کے لوک ہیں اتل وتل سُتل رساتل پاتال وغیرہ اگلی آیت ہے کہ ـــــ وہ غیب کا اور پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا ہے۔ وہ رحمٰن و رحیم ہے وہ پاک ہے سلامتی والا ہے امن دینے والا ہے۔ نگہبانی کرنے والا ہے۔ عزیز ہے۔ جبّار ہے باعظمت ہے۔ وہ سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے۔ اسکے اچھے اچھے نام ہیں۔ جو بھی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اُسی کا اظہار کرتی ہیں۔ اور وہ زبردست حکمت والا ہے چونکہ پرماتما سروویاپک (محیطِ کُل) ہے۔ گویا ہر جگہ موجود ہے۔ اس لئے کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ وہ رحمٰن الرحیم ہے (وہ اپنے بھکتوں کے لیے دیالو ہے۔ جو بھی اُس کی عبادت کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو اُس کا بندہ (بھگت) بناتے ہیں۔ اُن پر اُس پربھو کی ہمیشہ رحمت رہتی ہے وہ اپنے بھکتوں کی رکھشا کرتا ہے۔ اُن کی نگہبانی کرتا ہے وہ اُن کا روزی رساں ہے۔ اُن کا پیارا ہے لیکن جو کافر لوگ (اُس کی ہستی کو ہی نہیں مانتے یعنی ناستک ہیں۔ اور اُس کے بھکتوں (مومنوں) کو دُکھ دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے وہ جبّار یعنی ظالم ہے۔ ہرنیہ کشیپو کو مارنے کے لئے اُس نے نرسنگھ کا روپ دھارن کیا پاپی کنس کو مارنے کیلئے کرشن بنا۔ اور دُشٹ راون کو مارنے کے لئے دھنش دھاری رام بنا۔ دروپتی کی لاج رکھنے کے لئے وہ وستر کے روپ میں پرگٹ ہوا۔ اور مہا بھارت میں دریودھن۔ دوشاسن وغیرہ مہان انیاچاری راجاؤں کا سروناش کیا۔ اس لئے آنحضرت نے اللہ کو جبّار کہنے میں حقیقت بیانی ہی کی ہے۔ آجکل کے کئی لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ خدا کو ایک طرف تو رحیم اور کریم کہا ہے اور دوسری طرف جبّار (ظالم) کہا ہے۔ ایسا کیوں؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ خدا میں یہ دونوں صفات موجود ہیں۔ وہ اپنے بھکتوں کے لئے تو رحیم ہے لیکن ظالموں کے لئے جبّار ہے یہ ایک حقیقت ہے اور سچائی ہے جیسا کہ پورانک گرنتھوں مہا بھارت اور شریمد بھاگوت کی کتھاؤں سے ثابت ہوتا ہے۔

آنحضرت بادشاہ تھے۔ تمام عرب ممالک کو فتح کر کے اپنا تسلّط جما لیا تھا۔ بادشاہت حاصل ہونے پر بھی وہ اپنے دیش کا موٹا کپڑا (کھدّر) ہی استعمال کرتے رہے خوراک کی سادگی کا تو یہ حال تھا۔ کہ شاید غریب مزدور بھی آجکل ایسی سادہ خوراک نہ کھاتا ہو۔ جو کا آٹا ہانڈی میں آگ پر چڑھا دیا اور اُوپر سے زیتون کا تیل نمک زیرہ اور کالی مرچ ڈال دی اور آپ کا کھانا تیار ہو گیا۔ اکثر کھجوریں کھا کر ہی گذارہ کر لیا کرتے تھے۔

غرض جو چیز مل جاتی خدا کا شکر کر کے اُس کو کھا لیتے تھے۔ گوشت کو وہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اُن کو صفائی کا بہت خیال رہتا تھا۔ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھوتے اور مُنہ کو خوب صاف کرتے۔ واتن روزانہ کرتے تھے۔ مکان میں جھاڑو خود لگا لیا کرتے تھے۔ اپنے کپڑے خود دھو لیا کرتے تھے۔ اور پھٹے پرانے کپڑے خود سی لیا کرتے تھے۔ اِن کے گھر کا سامان بھی ملاحظہ ہو۔ کتنی فقیرانہ اور سادہ زندگی تھی اُن کی ——— ایک ہانڈی۔ ایک پانی کی ٹھلیا۔ ایک چارپائی اور ایک بوریئے کے سوائے اور سامان موجود نہ رہتا تھا کسی بھی کام سے اُنہیں عار نہ تھی مسلمانوں کے ساتھ ملکر اُنہوں نے مسجدیں بنائیں۔ مزدوروں کا کام کیا۔ اُنہوں نے سُود لینے دینے کی ممانعت کر دی۔ کیونکہ سُود سے لالچ اور ظلم بڑھتا ہے انسانیت ختم ہو جاتی ہے بھائی بھائی کا دشمن ہو جاتا ہے۔ سُور کا ماس کھانا حرام قرار دیا گیا۔ سُور سے بڑھ کر کوئی بھی گندہ اور شہوت پرست جانور نہیں اُنہوں نے فرمایا۔ کہ خُدا کے بندوں (بھگتوں) کو بھی کوئی ناپاک چیز نہیں کھانی چاہیئے کبھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیئے۔ ہمیشہ بدکرداری اور بدکاری سے پرہیز کرنی چاہیئے۔ بُرے اعمالوں کا تیاگ کرنا چاہیئے۔ اور پچھلے کیئے گئے گناہوں پر پشیمان ہونا چاہیئے۔ اور خُدا کے حضور میں اُن گناہوں کے بخشوانے کے لیئے دُعا (پرارتھنا) کرنی چاہیئے۔ اور ہمیشہ خُدا کی پرستش کرنی چاہیئے۔ پانچ وقت نماز پڑھنی چاہیئے۔ اور روزے رکھنے چاہئیں۔ اور اپنی نیک کمائی میں سے زکواۃ یعنی دان دینا چاہیئے۔ غریبوں کی امداد کرنی چاہیئے۔ ظالموں کو عبرتناک سزا دینی چاہیئے تاکہ وہ گناہوں سے باز آ دیں۔ تکبّر یعنی اہنکار نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ خُدا کو تکبّر کسی قیمت پر بھی منظور نہیں (اہنکار نے ہی ہرنیہ کشپو۔ راون۔ کنس۔ دریودھن اور فرعون۔ جیسے طاقتور راجاؤں کو خاک میں ملا دیا)۔

خدا کا بندہ (بھگت) بننے کے لیئے عاجزی حلیمی۔ خدمت خلق۔ جیسے نیک اوصاف اپنانے چاہئیں اور اپنے آپ کو یعنی اپنی خودی کو خُدا کے سپرد (سمرپن) کر دینا چاہیئے۔ اپنا آپ ختم کر کے خُدا ہی خُدا کا تصوّر رہ جاوے ؎

خودی اپنی پوری ہے جس نے گنوائی
حساب اُس کا بیباق باقی نہ پائی

رسالہ آدم دہلی کے اغراض و مقاصد

۱۔ زمانہ حال کی زبان میں برہم گیان کی تعلیم دینا۔

۲۔ بھگتوں، یوگیوں، گیانیوں اور دوسرے مہا پُرشوں کے اُبھارنے والی زندگیوں کے کوائف و حالات پیش کرنا۔

۳۔ عالمگیر اور ابدی سچائیوں کی اشاعت کے ذریعہ تعصب اور تنگدلی کو دُور کرنا۔

۴۔ تمام قوموں اور نسلوں کے درمیان انسانی وحدت دکھلا کر باہمی رواداری قدر شناسی اور اتحاد کی سپرٹ کو بڑھانا۔

۵۔ ماضی و حال کے بلند ترین خیالات اور نہایت گہرے رُوحانی تجربات کو پیش کرنا۔

ضروری نوٹ:-

رسالہ "اوم" کے معزز خریداران ← توجہ دیں

۱- اپنے پتہ والی چٹ کو بغور ملاحظہ فرماویں اور اگر اس میں کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں فوراً مطلع فرماویں، تاکہ آئندہ غلط پتہ کی وجہ سے پرچہ ڈاک میں گم نہ ہو۔

۲- پتہ والی چٹ سے اپنا خریداری نمبر اپنی پاکٹ بک میں نوٹ کرلیں اور بوقت خط و کتابت یا منی آرڈر بھیجتے وقت اُس کا حوالہ ضرور دیں تاکہ آپ کے حکم کی فوراً تعمیل ہو سکے۔

۳- منی آرڈر کوپن پر اپنا نام اور پورا پتہ خوشخط اُردو انگریزی دونوں زبانوں میں لکھیں، اور خریداری نمبر بھی ضرور لکھیں۔ اگر خریداری نمبر یاد نہ ہو، تو یہ ضرور لکھیں کہ میں پرانا خریدار ہوں۔ اگر آپ نئے خریدار ہیں، تو یہ بھی لکھیں کہ میں نیا خریدار ہوں۔

۴- پرچہ نہ ملنے کی شکایت اُسی ماہ کی ۱۰ تاریخ کے بعد اور ۲۰ تاریخ کے اندر ضرور کر دیں ہم پرچہ دوبارہ مُفت بھیج دیں گے۔ دو دو، تین تین ماہ کے بعد شکایت کرنا اصولاً غلط ہے۔ ہر ایک خریدار کو قواعد کی پابندی لازمی کرنی چاہیئے۔

۵- سالنامہ "یوگ انک" جنوری اور فروری ۱۹۷۶ء گویا دو ماہ کا پرچہ تصور کیا گیا تھا۔ ماہ فروری کا کوئی پرچہ شائع نہیں ہوا۔ اس لئے اس کے نہ پہنچنے کے متعلق شکایت کرنا بے سُود ہے۔ ہم ایسی چٹھیوں کا جواب نہیں دیں گے۔

۶- منی آرڈر صرف رسالہ اوم دلی کے نام بھیجا کریں کسی ذاتی نام پر ہرگز نہیں اور چیک بنام "اوم دلی" "THE "OM" DELHI" ہونا چاہیئے۔ دلی کے باہر کے چیک پر چار روپے (-/4 روپیہ) زائد ارسال کریں یا دلی کے کسی بنک کا ڈرافٹ بھیجیں۔

۷- جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ بھیجنے کی کرپا کریں۔

۸- آج کل رسالہ اوم کا سالانہ چندہ -/28 روپے مقرر ہے جس میں مندرجہ ذیل کُتب مفت دی جاتی ہیں

۱- سالنامہ "یوگ انک" بابت جنوری اور فروری ۱۹۷۶ء - ۲- بالمیکی رامائن اردو حصہ اول ۳- یوگ ابھیاس اور گائیتری جاپ - ۴- گوبند اُپدیش

۵- گیتا سنکشپت پاٹھ

خُود میں خُدا کو دیکھنا اپنی یہی نماز ہے

از قلم پنڈت رام لعل جی سالک روحانی دربار چینڈی گڑھ

ہمکو بھلا ہو فکر کیا جبکہ تُو کارساز ہے
سارے جہاں پہ جب ترا دستِ کرم دراز ہے

مانا تُو بے نیاز ہے، تیری اسی میں شان ہے
مَیں تو نیاز مند ہوں، مجھ کو اسی پہ ناز ہے

حُسن اور عشق کے تذکرے اَب تو ہیں محفلِ دل لگی
نہ کہیں عشقِ غزنوی، نہ کہیں حُسنِ ایاز ہے

بندہ نواز دل میرا موزوں ہے آپکے لئے
اس میں چراغاں تخلیہ، خامشی اور نیاز ہے

مجھکو ہے تیری جستجو اور ہے سوال آبرو
آجائیے اب تو رُوبرو، غم ترا جانگداز ہے

تیرے ہی بندوں نے تیرے راز کو فاش کردیا
تُو گر سراپا راز ہے، بندہ کلیدِ راز ہے

جو بھی کفن بدوش ہے، مٹنے کا دل میں جوش ہے
وہ ہے قبول یار کو، رحمت سے سرفراز ہے

دہر میں تُو ہے چار سُو، دیر و حرم میں ہُو بہُو
پھر بھی تلاش و جستجو، یہ کیا عجیب راز ہے

ڈھونڈ کے جب مَیں تھک گیا قلب سے آئی یہ صدا
ساری نمود و بُود یہ، تیرا ہی حُسن و ناز ہے

دیر سے واسطہ ہی کیا اور حرم سے کیا غرض
خُود میں خُدا کو دیکھنا اپنی یہی نماز ہے

مَیں، تُو میں اٹھ گیا حجاب کہنا پڑا ہمیں جناب
تیری ادا ۹ ادا میری اور تُو میرا ناز ہے

اپنی خُودی مٹا کے دیکھ، نعرۂ حق لگا کے دیکھ
دار پہ مسکرا کے دیکھ سالک آگاہ راز ہے

مسلسل

ایشور

قسط سوئم

از قلم شری سوامی آنند گری جی مہاراج

یہ پربرہم پرماتما ہی مہان آنند اور سُکھ سروپ ہے۔ اِس مہان سُکھ کے پراپت کئے بنا جنم مرن کا کبھی انت نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک اٹل سدّھانت (سچائی) ہے۔ جب تک ایسا مہان آنند جیو کو نہ ملے گا تب تک جیو اگیان کے کارن جنم اور مرن کے چکر سے نہیں نکل سکتا۔ جنم اور مرن صرف اسی طرح ہے کہ جیسے کسی دُور کے مُسافر کے لئے دن اور رات۔ دن بھر سفر کیا۔ رات کو سو گیا۔ صبح پھر چلا۔ آخر شام تک چلتا رہتا ہے۔ دن بھر کے سفر سے تھک کر چُور ہو جاتا ہے تو رات کو تھکان اُتارنے کے لئے سو جاتا ہے۔ اور تھکان دُور ہونے پر پھر دوسرے دن اُس وقت تک چلتا ہی رہتا ہے کہ جب تک مُسافر اپنے اصلی مقام پر نہ پہنچ جائے۔ تب تک سفر میں ہی رہے گا۔ تب تک سُکھ نہیں۔ یہ سبھی جانتے ہیں کہ منزل پر پہنچنے سے ہی آنند ملے گا۔ اسی پرکار جیو اگیان سے اُس وقت تک جنم لیتا اور مرتا رہتا ہے کہ جب تک آتما نند نہ مل جائے۔ یہ سبھی جانتے ہیں۔ کہ ساری دوڑ دھوپ سُکھ کے لئے تھی۔ جب پرم شانتی مل گئی تب پھر نہ آنا ہے اور نہ جانا۔ آواگمن سماپت ہو گیا۔ جنم چونکہ واسناؤں سے ہوتا ہے۔ اور واسنائیں سُکھ کے ابھاؤ میں اُٹھا کرتی ہیں۔ مگر جب آتمانند کو پراپت ہونے پر واسنائیں مٹ جاتی ہیں۔ تو واسناؤں کے مٹ جانے پر جنم مرن یعنی آواگون کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ شریر کا آکاش بھاگ آکاش میں۔ وایو بھاگ وایو میں۔ اگنی بھاگ اگنی میں۔ جل کا بھاگ جل میں اور پرتھوی کا بھاگ پرتھوی میں مل جاتا ہے۔ پران پورن پران میں لے ہو جاتا ہے رہا من، سو وہ واسناؤں کا پُنج تھا۔ واسنائیں سماپت ہونے پر اس کا بھی نام نہ رہا۔ آتما اپنے سروپ پربرہم پرماتما میں اس طرح لے ہو جاتا ہے کہ جیسے گھڑے کے ٹوٹنے پر گھڑے کا آکاش مہا آکاش میں۔ بس اسی کا نام کیولیہ مُکتی پرم دھام یا شانتی وغیرہ ہیں۔ اس پرم شانتی کو پراپت کرنا ہی ہر ایک پرانی (ذی روح) کا لکش ہے۔ اسی کو پراپت کرنے کے لئے پرانی سنسار میں بار بار جنم لیتا اور مرتا رہتا ہے۔

جس نے شریر میں رہتے رہتے اس پرم سروپ کا ساکشات کار نہیں کیا، اُس کے بار بار جنمنے مرنے کا انت نہیں ہو گا۔ سروپ ستھتی جیون کا انتم لکش ہے مگر یہ ستھتی انتہ کرن کی شُدھی کے بنا نہیں آتی۔ انتہ کرن میں واسناؤں کا بھرنا ہی اُس کی اشُدھتا کا لکشن ہے اور واسناؤں کا دُور ہونا ہی اُس کی شُدھتا ہے شُدھ

من میں ہی آتما کے سروپ کا یتھارتھ گیان ہوتا ہے۔ انت کرن من ہی نہیں۔

آپ جانتے ہیں۔ کہ جس پرکار میلے شیشے میں اپنا چہرہ دکھائی نہ دے گا۔ اور اگر شیشہ صاف بھی ہو اور ہل بھی نہ رہا ہو مگر اندھیرا ہو تو تب بھی اپنا چہرہ اُس میں دکھائی نہ دے گا۔ اِسی طرح انتہ کرن روپی شیشہ جب تک بُری واسناؤں سے مبتلا ہے تب تک آتما کے سوروپ کا پورا بھان نہیں ہوگا۔ انتہ کرن کی واسنائیں کرم (ACTION) سے دور کی جاتی ہیں۔ اُس کی چنچلتا اُپاسنا (DEVOTION) سے دور کی جاتی ہے۔ اُس کے اندر کا اگیان روپی اندھیرا گیان (KNOWLEDGE) روپی سورج سے دور کیا جاتا ہے۔ ان سب کے دور ہوتے ہی آتما اپنے شدھ سوروپ میں اس طرح پرکاشمان ہو جاتا ہے جیسے کہ سب کھوٹ کے نکلنے پر سونا اپنے سوروپ میں، زور کی آندھی کے دور ہونے پر آکاش اپنے روپ میں، اُوپر کی مٹی دور ہونے پر ہیرا اپنے روپ میں، بادل کے دور ہونے پر سورج اپنے سوروپ میں چمنی کے صاف ہونے پر روشنی اپنے روپ میں پرکاشت ہو جاتی ہے اِسی لئے انتہ کرن کے دوشوں کو دور کرنا ہی ہمارا سب سے پہلا کام ہے۔ ورنہ گھٹ گھٹ میں نواس کرنے والے پرماتما کا آتم روپ سے درشن نہیں ہو سکے گا۔

من میں جو بُری واسنائیں ہیں، انہیں اچھی اور شدھ واسناؤں سے دور کرنا چاہیئے جس طرح پیر میں لگے ہوئے کانٹے کو ایک اور دوسرے کانٹے سے نکالا جا سکتا ہے۔ اُسی طرح سے اشدھ (بری) واسناؤں کو شدھ (اچھی) واسناؤں سے نکالا جاتا ہے۔ واسنائیں کرموں سے بنتی ہیں۔ اچھی واسنائیں اچھے کرموں سے بنتی ہیں۔ اور بُرے کرموں سے بُری واسنائیں بنتی ہیں۔ یہ واسنائیں ہی ہمارے سُکھ کا کارن ہُوا کرتی ہیں۔ ہمارا بھوشیہ (مستقبل) ورتمان (حال) پر ہی نربھر ہوتا ہے۔ دن میں آدمی جیسے کام (ACTIONS) کرتے ہیں۔ اُن کرموں سے ویسی ہی واسنائیں (IMPRESSIONS) بنتی ہیں بس وہی خواب میں اپنا کام کرنے لگتی ہیں۔ ایک لوبھی کو زیادہ تر دولت کا ہی خواب آسکتا ہے ایک سائینسدان کو کوئی سائینس سے متعلق ہی خواب آسکتا ہے بھگوان کا بھگت خواب میں بھی پربھو کے نام کی مالا پھیرتا ہے۔ یہ سب کچھ اُن کے کرموں کی واسناؤں کے آدھار پر ہی ہوتا ہے۔ جن کے بُرے کرم ہیں۔ اُنہیں بری واسناؤں سے بُرے ہی خواب آتے ہیں۔ جن کے اچھے کرم ہیں۔ انہیں اچھے ہی خواب آتے ہیں۔ اور جن کے اچھے اور بُرے دونوں ہی قسم کے کرم نہیں، اُنہیں کسی پرکار کی بھی واسنا نہ ہونے سے کسی قسم کا بھی خواب نہیں آتا۔

اِسی طرح جن لوگوں کے کھوٹے کرم ہیں۔ اُنہیں مرنے کے بعد بُری واسناؤں کے کارن دکھ سے بھرپور کیٹ۔ پتنگ۔ پشو۔ پکشی وغیرہ کی یونی یا نرک وغیرہ لوک کا انوبھو کرنا پڑے گا۔ مگر جس گیانی کی اگیان کے پرتاپ سے اچھی اور بری واسنائیں ہی جل گئی ہیں۔ وہ کسی طرح کے آواگمن (تناسخ) کو پراپت

نہ ہوکر اپنے ہی سوروپ برہم میں لین ہو جائے گا۔ اسی لئے ہمیں من کی بُری واسناؤں کو اچھے کرم سے پیدا ہونے والی اچھی واسناؤں سے دُور کرنا چاہیئے۔ تاکہ ہردیہ آتم درشن کرنے کے یوگیہ بن سکے۔

آپ جیسا کرم کریں گے آپ کے من میں ویسی ہی واسنا بن جائے گی۔ یہی کرم یوگ کا سدھانت ہے۔ آپ لوبھ کو دان کے ذریعے دُور کر سکتے ہیں۔ پریوار کے موہ کو ست سنگ اور تیرتھ یاترا سے دُور کر سکتے ہیں۔ سیوا کرنے سے ابھیمان دُور ہو جاتا ہے سوارتھ (خود غرضی) کے تیاگ سے کرودھ دُور ہو سکتا ہے۔ سب سے یکساں پریم کرنے سے ایرشا دُور ہو جاتی ہے دُوسرے کو شانتی پہنچانے سے اپنی اشانتی مٹ جاتی ہے۔ نشکام کرم کرنے سے من واسناؤں سے خالی ہو جاتا ہے۔ اس لئے اناسکت کرم یوگ کے ذریعہ اپنے انتہ کرن کو شدھ کرنا چاہیئے۔ اور من کی چنچلتا کو پربھو کے نام جپ تتھا دھیان سے دُور کرنا چاہیئے۔ رہا گیان سو دہ گیان سے اس پرکار دُور کرنا چاہیئے۔ کہ جس وقت دھیان کال میں سمادھی کے اندر من شُدھ ہو کر ٹھیر جائے، اُس وقت اپنے سروپ کو اس پرکار انوبھو کر کے جاننا چاہیئے کہ میں آتما۔ شریر، من، بُدھی، اندریوں یا دھیان کال میں آنے والے نظاروں سے اِس کارن الگ ہوں کہ میں اِن سب کا جاننے والا ہوں۔ یہ جاننے میں آنے والی چیزیں ناشوان ہیں لیکن میں آتما اجر امر ہوں۔ میں شریر (BODY) نہیں بلکہ میں تو شریر کا بھی جاننے والا ہوں۔ شریر کی شکل اور حد ہے لیکن مجھ درشٹا آتما کی نہ کوئی شکل ہے نہ کوئی حد۔ میں شریر کے سر سے اُوپر۔ پیروں سے نیچے۔ دائیں اور بائیں سب طرف سمان روپ سے (یکساں) بسا ہُوا ہوں۔ میں دُکھ سے جُدا آنند روپ ہوں بس سمادھی کال میں ایسا انوبھو ہی آتم درشن ہے۔

آتم استھتی چونکہ آخری مقام ہے اور ہر ایک پرانی اپنے الگ الگ وچاروں کے کارن اس راج یوگ کا ادھیکار نہیں رکھتا۔ جس پرکار کہ ایک ہی دوا ہر روگ کو ٹھیک نہیں پڑتی، اُسی طرح سے ایک ہی سادھن سب کو اپیوگی ثابت نہیں ہوتا۔ ہر ایک پرانی اپنے وچار الگ الگ رکھتا ہے کسی کے من میں زیادہ تر تموگن ہوتا ہے۔ تو کسی کے من میں زیادہ تر رجوگن کسی کے من میں رجوگن۔ ستوگن زیادہ ہوتے ہیں تو کسی کے من میں ستوگن زیادہ ہوتا ہے جس کا من تموگن سے ستوگن کی طرف جتنا جتنا بڑھتا جاتا ہے؛ اُس میں اُتنی ہی شانتی ایکاگرتا، سوکشمتا، نربھیتا اور دیا پُنیا آتی جاتی ہے۔ اور جس کا من ستوگن سے تموگن کی طرف جتنا جتنا گِرتا جاتا ہے، اُس میں اُتنی ہی مُوڑھتا، ستھولتا، اشانتی، چنچلتا اور ناستکتا آتی جاتی ہے۔ بس اِسی آدھار پر شاستروں نے ادھیکار بھید سے بھی مان لیا ہے۔ کوئی کرم یوگ کا ادھیکاری ہے تو کوئی بھگتی کا اور کوئی گیان کا۔

(باقی پھر)

آیاتِ استھتی انوشاسن پرو ہے ونوبا بھاوے

ایشور انسان اور دھرم

قسط اوّل

سوامی شیوانند جی سرسوتی رکھی کیش

ہندو دہرم ایک چمکتا ہُوا روشن ستارہ ہے جو یوگ ، فلسفہ اور مخفی علوم کے طالب علم کی رہنمائی کرتا ہُوا اُسے غیبی نامعلوم دنیا میں داخل ہونے کی دعوت دیتا ہے . تاکہ وہ اُس کے خفیہ راز معلوم کرنے کے لیے چھان بین کرے - یہ اُس کی حوصلہ افزائی کرتا ہُوا اُسے آگے بڑھاتا جاتا ہے حتےٰ کہ وہ طالب علم ایک ایسی منزل پر پہنچ جاتا ہے . جہاں وُہ دیکھتا ہے کہ وہ تمام طاقتیں جن کی چاہ ہر انسان کے دل میں لگی ہُوئی ہے - اس کا حکم بجا لانے کے لیے تیار بیٹھی ہیں . اور تمام دُنیا وی کششیں اس کو مرعوب کرنے کی کوشش چھوڑ دیتی ہیں - یہ سچ ہے کہ خوشی اور آنند کے لیے کوشش کرنا ہر انسان کی خصلت میں داخل ہے لیکن اپنے کاموں سے جو خوشی اُسے حاصل ہوتی ہے وُہ اُسے عارضی اور چند روزہ پاکر دُکھی اور مایوس ہوتا ہے اندریوں اور حواس کے بھوگ عارضی سُکھ دیتے ہیں . لیکن زیادہ بھوگ وِلاس سے خود اندریاں ہی بوسیدہ اور ناکارہ ہو جاتی ہیں - اِس کے علاوہ اس بھوگ اور آنند کے ساتھ پاپ شامل ہوتا ہے جس کا نتیجہ انسان کے لیے انتہائی دُکھ اور تکلیف ہوتا ہے اور اگر انسان دُنیا کے لا تعداد مزے پورے طور پر سے بھی لے تو بڑھاپا اپنی بھیانک شکل کے ساتھ موت اور بربادی ہاتھ میں لئے اُس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ سُورگ کے بھوگ اندریوں کے بھوگوں سے زیادہ مختلف نہیں - یہ ایک ہی خصلت کے ہیں . فرق صرف اتنا ہے کہ سورگ کے آنند زیادہ رسیلے اور دیرپا ہیں لیکن وہ بھی ختم ہو جاتے ہیں - کیونکہ وہ کرم کر کے حاصل کئے جاتے ہیں چونکہ کرم محدود ہیں - ان کا نتیجہ بھی محدود ہوگا . غرضیکہ یہ تمام بھوگ اور آنند ایک خاص حد کے بعد ختم ہو جاتے ہیں .

اے تھوڑے اعتقاد والے چھوٹے انسان . تو کیوں بیفائدہ اس آنند کے لیے کوشش کرتا ہے جو تو جانتا ہے کہ لمحہ بھر سے زیادہ تجھے خوشی اور تسلی نہیں دے سکتا . ایسے آنند کی تلاش کر جو کبھی نہ بدل سکے - لامحدود اور عالیم ہو . ایسا آنند ایسی ہستی سے ہی مل سکتا ہے جس میں خود کوئی تبدیلی نہیں آتی - اس ہستی کو ڈھونڈنے کی کوشش کر . اور اگر [illegible] کی تلاش میں کامیاب ہو گیا - تو یقین رکھ کہ تو ضرور اُس سے کبھی نہ ختم ہونے والا

آنند حاصل کر سکے گا۔

دُنیا کے تمام بڑے بڑے مذہب بیک آواز اعلان کر رہے ہیں کہ اُوپر بیان کی ہوئی ایک ہی ہستی ہے میں یقین دلاتا ہوں۔ کہ وہ ہستی تم سے زیادہ دُور نہیں۔ وہ تمہارے بالکل نزدیک ہے وہ پرماتما ہے جس کی رشی مُنیوں۔ یوگیوں۔ فلاسفروں پیغمبروں نے مذہبی کتابوں میں اتنی تعریف گائی ہے وہ تمہارے شریر مندر میں رہتا ہے تمہارے دل کے اندرونی گوشوں میں اُس کا مقام ہے وہ تمہارے دل کا خاموش ساکشی اور دیکھنے والا ہے۔ تمہاری بُدھی کے سب کام دیکھتا ہے ہر شخص اُسے یوگ کے ابھیاس سے پراپت کر سکتا ہے۔

یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ ہندسہ ایک سے پہلے کتنے ہی صِفر لگا دو۔ ان کی کوئی قیمت نہیں بنتی یعنی وہ سب فضول ہیں۔ جب تک کہ ہندسہ اُن سے پہلے نہ رکھا جاوے۔ اسی طرح تینوں دُنیا کی دولت کچھ بھی نہیں۔ اگر تم روحانی زندگی اختیار کر کے رُوحانی دولت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اگر تم آتم گیان پراپت کرنیکا یتن نہیں کرتے۔ تمہیں اپنی آتما میں رہنا پڑے گا۔ دُنیاوی زندگی کے ساتھ آتما کی تلاش بھی کرنی پڑے گی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسےٰ مسیح نے کہا ہے

SEEK YE FIRST THE KINGDOM OF GOD AND HIS RIGHTEOUSNESS, AND ALL THINGS SHALL BE ADDED UNTO YOU.

"پہلے ایشور کے راجیہ اور اُس کی نیکی اور پاکیزگی کو تلاش کرو۔ دُنیاوی چیزیں تمہیں خود ہی مل جاویں گی"۔

یہ سنسار واقعی بڑا عجیب و غریب ہے۔ یہ ایک بہت بڑا عجائب گھر یا تماشہ گاہ ہے پھول اور ہمالیہ کے نظارے۔ دریاؤں کی آبشاریں، سمندر اور آسمان بڑے خوبصورت اور دلکش ہیں لیکن بھونچال۔ آتش فشاں پہاڑوں کا پھٹنا۔ بجلی گرجتے ہوئے طوفان۔ دریاؤں کی طغیانی۔ پلیگ اور مہلک بخاروں کی وبائیں۔ یہ سب کتنے بھیانک اور ڈراونے ہیں۔ خوبصورت بیوی کس طرح دِل کو لبھاتی ہے جب وہ جوان ہے۔ مُسکراتی ہے خوبصورت کپڑے پہنتی ہے گاتی ہے باجہ بجاتی ہے ناچ گھر میں ناچتی ہے تو بہت پیاری لگتی ہے۔ لیکن وہی بیوی ایک خوفناک شکل اختیار کر لیتی ہے جب وہ غصہ سے بھر جاتی ہے جب ریشمی کپڑے اور سونے کے زیورات لینے کے لئے اپنے خاوند سے لڑتی ہے۔ جب کسی دیرینہ عارضہ میں مبتلا ہوتی ہے اور جب بوڑھی ہو جاتی ہے۔

موسم بہار بڑا سہانا ہے۔ درخت پھلوں اور پھولوں سے سجے ہوئے ہیں۔ ہوا خوشگوار ہے لیکن موسم گرما میں گرمی جھلستی ہے اور سردیوں میں جھاڑا کاٹتا ہے جب کسی آدمی کے گھر بیٹا پیدا ہوتا ہے جب اُس کی شادی ہوتی ہے جب اُسے دولت مل جاتی ہے یا تنخواہ میں ترقی ہوتی ہے تو وہ ہنستا ہے۔ لیکن وہ روتا ہے جب اُس کی بیوی مر جاتی ہے۔ جب اُس کا [illegible] ضائع ہوتا ہے۔ جب اُس کا [illegible]

چھوٹ جاتا ہے جب اُسے سانپ یا بچھو کاٹتے ہیں۔ یا جب اُسے بہت سخت بیماری گھیر لیتی ہے۔

اے دوست! اب مجھے بتاؤ کہ اس دھوکے کی دُنیا میں دراصل تمہیں کیا ملتا ہے۔ خوشی یا تکلیف سُکھ یا دُکھ۔ کیا تم نے مایا سے بنی ہوئی اس دُنیا کی دھوکا دینے والی خصلت کو سمجھ لیا ہے۔ یہ سنسار صرف دکھاوا ہے۔ من اور اندریاں تمہیں ہر لمحہ دھوکا دے رہے ہیں۔ تم نے عقل پر پردہ پڑ جانے کی وجہ سے دکھ کو سُکھ سمجھ لیا ہے۔ اس حواس کی دُنیا میں رتی بھر بھی سُکھ نہیں۔ روپیہ اکٹھا کرنے کے لئے بے خود غرضانہ کوشش چھوڑ دو۔ سیدھے اُس سُوتر دھاری (تار کھینچنے والے) کی طرف کوچ کرو۔ جو ان تمام گوشت کے کھلونوں۔ انسانی جسموں کو ہلا رہا ہے۔ جو اس بڑے تماشہ کو قائم رکھتا ہے، لیکن خود چھپا ہوا ہے اُس میں ہی تمہیں ابدی آنند اور ہمیشہ قائم رہنے والی خوشی ملے گی۔ اس لئے ہر روز دھیان جا کر اس میں جذب ہونے کی کوشش کرو۔

اگر کسی طرح چھل کپٹ سے تم نے کسی کاروبار میں ایک لاکھ روپیہ کما لیا۔ تو اصل میں یہ سودا تمہیں بہت نقصان دیگا۔ کیونکہ تم نے اپنی روحانی ترقی برباد کر لی ہے۔ تم نے اپنے من کو اشدھ اور کمینہ ذہنیوں یا خیالات کی لہروں سے بھر لیا ہے۔ تم اخلاقی طاقت کو حاصل نہیں کر سکتے۔ تمہاری ضمیر تمہیں کوسے گی۔ من کی بُری خصلت جو تم نے حاصل کی ہے۔ پھر اپنے آپ کو دُہرانے کی کوشش کرے گی۔ تم پھر یہی کام کسی اور وقت کرو گے۔ اس بُری خصلت کو نکالنے کے لئے تمہیں کئی سال بہت کشمکش کرنی پڑے گی۔

یہ شریر تمہیں کیوں ملا ہے تم نے جنم کیوں لیا تھا۔ تمہاری زندگی کا مشن کیا ہے کیا تم یہاں صرف کھانے پینے اور اپنی بیوی اور بچوں کی پرورش کے لئے ہو۔ یا کوئی زیادہ پوتر کام تمہیں سونپا ہوا ہے۔!

اے امر آتماؤ۔ امرت کی سنتان جاگو اور دیکھو ایک پرم شانتی کا اور لا محدود آنند کا استھان ہے۔ جہاں نہ موت ہے نہ تکلیف نہ رنج نہ دکھ نہ شک اور نہ دھوکا۔ کیا تمہارا دل ایسے آنند اور خوشی کے لافانی مقام تک پہنچنے کے لئے نہیں تڑپتا۔ اپنے من اور اندریوں کو بس میں کرو۔ باقاعدہ اپنے آتما پر وچار کرنے کا ابھیاس کرو تب ہی تمہیں امرتا اور ہمیشہ قائم رہنے والی خوشی پراپت ہوگی۔ تب ہی تم اس پرم دھام تک پہنچو گے۔

اِنسان آنند کا خواہشمند رہے۔ وہ اسے روپیہ۔ طاقت۔ عورت۔ اولاد۔ مرتبہ وغیرہ سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اُس کے لئے ایک چیز کو چھوڑ کر دُوسری کی طرف دوڑتا ہے لیکن آنند اُسے نہیں ملتا۔ وہ دھکے کھاتا ہے۔ ٹھوکریں کھاتا ہے شکستیں اور نا اُمیدیں جھیلتا ہے کبھی ہنستا اور ناچتا ہے کبھی روتا اور افسوس کرتا ہے۔ آخر اُس کی اندریاں تھک جاتی ہیں۔ اُسے سب چیزوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ پھر اُسے یہ تجربہ ہوتا ہے۔ کہ اندریوں کے وِشے فرضی اور دھوکہ دینے والے ہیں۔ اُن میں اصلی پائیدار آنند اور خوشی نہیں مل سکتی۔

انسان بہت دُکھ محسوس کرتا ہے جب وہ اپنی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتا۔ ایک خاص چیز کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور اُسے لینے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کامیاب ہو گیا۔ تو لمحہ بھر کے لئے اُسے خوشی ہوتی ہے۔ اگر ہار گیا تو رنج اور افسوس کے ساگر میں ڈوب جاتا ہے بہت پژمردہ ہو جاتا ہے۔ اگر ایک ضرورت پوری ہو جاوے۔ تو دوسری فوراً ہی پیدا ہو جاتی ہے وہ ہر روز نئی ضروریات پیدا کرتا رہتا ہے جن کا کبھی خاتمہ نہیں ہوتا۔ فکر چنتا تشویش اور خوف اِن خواہشات کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ ضرورت یا خواہش اگیان سے پیدا ہوتی ہے۔ برہم ہی پورن ہے وہاں سب ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ خواہشات من کو بے چین رکھتی ہیں۔ وہ شخص جسے کوئی خواہش نہیں۔ تمام دُنیا کا شہنشاہ ہے۔ شری شنکر مہاراج نے کہا ہے کہ وہ بے فکر مہاتما جو صرف لنگوٹ پہنے پھرتا ہے جس کے پاس کچھ نہیں جسے کسی چیز کی ملکیت کا خیال بھی نہیں۔ اور جسے کوئی خواہش نہیں۔ دُنیا میں سب سے زیادہ خوش باش آدمی ہے ضروریات اور خواہشات صرف آتم گیان سے ہی حاصل ہوتی ہیں ـــ

انسان کا سب سے اُونچا آدرش کیا ہے سب متفق ہیں۔ کہ ایک مقصد جو انسان اپنے ہر کام میں اپنے سامنے رکھتا ہے وہ خوشی حاصل کرنا ہے اس لئے انسان کا سب سے اُونچا آدرش ضروری طور پر ابدی خوشی حاصل کرنا ہے یہ صرف آتما میں ہی مِل سکتی ہے۔ دُنیاوی چیزوں سے جو خوشی ملتی ہے وہ ناپائیدار اور چند روزہ ہے اس کے ساتھ فکر دُکھ خوف اور گناہ مِلے ہوئے ہوتے ہیں:

باقی اگلے پرچہ میں

”رفتارِ زمانہ“

از قلم

(شری سنگور پرشاد سریواستو مہولی)

کچھ ایسے گرے ہم نظروں سے احباب نے بھی توقیر نہ کی — تقدیر ہی اپنی ایسی تھی کیا ہم نے کوئی تدبیر نہ کی

مفلس ہو اِک کو ہر اِک سے غم خواری کبھی کی کون کرے — خود مرتے ہیں جب اپنے لئے تو غیر کی خاطر کون مرے

افسوس کہ وقت کی قدر نہ کی اوروں نے مجھے برباد کیا — تکلیف اگر کچھ پہونچی تو اُلٹے اُس سے فریاد کیا

ناکام ہے اس دُنیا میں نا شاد ہے اس بزم میں ہم — دراصل کہاوت ٹھیک ہوئی نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

ہر حال میں ہے بس شکر ترا اپنے ہی فعلوں سے ہے گلہ — پھر بھی ہے تعجب اے سنگور پتہ کب تھا حکم بلا

اِس دورِ عہد میں اے سنگور تم خوار کسی کا کوئی نہیں

عیّار ہزاروں ہیں لیکن ہے یار کسی کا کوئی نہیں

میرا اسلام

(آنجہانی حضرت نیاز صاحب کا کلام)

چھوڑو مجھے بے خود میرا آرام یہی ہے
بے نام و نشاں رہنے دو بس نام یہی ہے

بے کار و معطّل ہی رہوں جہاں سے
فہمید میں اپنی تو بڑا کام یہی ہے

لے سر سے قدم یک ہوں جلا شمع کی مانند
شائد کہ میاں عشق کا انجام یہی ہے

کافر ہوں جو میں اپنے تئیں جانوں کہ میں ہوں
جو کچھ ہے سو تو ہے میرا اسلام یہی ہے

سوجھے نہیں دن رات تیرے دھیان میں پیارے
اپنی تو سحر یہی ہے۔ اور شام یہی ہے

کہتے ہیں نیاز آپ کو اس شکل میری ہے
یہ سچ ہے کہ سب تو ہے۔ تیرا نام یہی ہے

روحانی دنیا میں سب سے بڑا معجزہ

شردھا

آدم کے پیارے ناظرین! مجھے معاف کرنا آج میں کچھ اپنے متعلق بیان کر رہا ہوں۔ خود اپنی ذات کے متعلق خود بیان کرنا شوبھا نہیں دیتا ہے لیکن اس وقت ۹۰ سال کی عمر میں ذاتی تجربہ کی بنا پر جو نتیجہ حاصل ہو رہے ہیں آپ کے فائدہ اور رہنمائی کے لئے بیان کرنا اپنا فرض تصور کرتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ اس بیان سے آپ کو بے حد روحانی لابھ ہوگا۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ میں عرصہ ۵۰ سال سے شردھا ادویت و ہدایت پر اپنے خیالات ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں۔ میں ویدوں کے مضمون سے بخوبی آگاہ ہوں۔ دس اپنشدوں کا بھی جنکی تفسیر سوامی شنکر آچاریہ جی نے کی ہے بغور مطالعہ کر چکا ہوں۔ چھ شاستروں میں سے خاص طور پر پاتنجلی کے یوگ شاستر اور ویدانت درشن کا بغور مطالعہ کیا ہے اور شریمد بھاگوت گیتا کا تو ہزاروں دفعہ پاٹھ کر چکا ہوں میں نے حقیقت کی تلاش میں ہمیشہ عقل دلیل اور منطق کا ہی آسرا لیا اور بھگتی کا جہاں بھی ذکر آیا۔ میں نے اس طرف دھیان دینا بالکل بے سود خیال کیا۔ اور میں بھگتی کو محض زور اعتقاد ہی یا اندھ وشواس ہی خیال کرتا رہا جس کا کہ عقل دلیل اور منطق سے دور کا بھی واسطہ نہیں لیکن صرف عقل اور دلیل کا آسرا لیکر میں نے آخر محسوس کیا کہ روحانی دنیا میں عقل و دلیل کو مطلقاً کوئی دخل نہیں ہے صرف دماغی قابلیت کا ہی سہارا لیا جائے تو آخر صرف دماغی اضطراب و انتشار ہی حاصل ہوتے ہیں۔ اور علم کی آخری حد لاعلمی ہی ماننا پڑتا ہے خشک گیان سے انسان کو اطمینان قلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ حالت میں نے خود اپنی زندگی میں محسوس کی ہے۔ راحت۔ سکھ اطمینان قلب۔ شانتی۔ بشاشت۔ سرور دل کے جذبات ہیں۔ ان کا دماغ سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا ہے لہذا منطق دلیل یا دماغی قابلیت میں راحت یا سکھ کی تلاش کرنا بالکل بے محل و بے معنی ہے۔ دماغ جذبات سے بالکل عاری ہے جذبات کا مرکز تو صرف دل ہی ہے لہذا اطمینان راحت۔ شانتی۔ بشاشت کی تلاش دل میں ہی ہو سکتی ہو۔ دل میں راحت اور سچی شانتی کی تلاش میں ہمارا آلہ کار عقل اور دلیل منطق وغیرہ نہیں ہو سکتے ہیں۔ یہاں صرف شردھا کی ضرورت ہے۔

یہاں بہت سے جگیاسوؤں کو کچھ شک پیدا ہوتا ہے کہ ہم کس دیوی دیوتا کسی ہستی کس شخصیت یا کسی آدرش میں شردّھا رکھیں۔ عام متوسط العقل جگیاسو کے لیئے جو کہ آج تک عقل کو ہی اپنا رہنما تصوّر کرتا رہا ہے ایسا سوال یا شک کرنا قدرتی امر ہے۔ لیکن روحانی دُنیا کا یہ سب سے بڑا مضمون ہے کہ شردّھا خواہ کسی دیوی دیوتا میں۔ کسی آدرش میں کسی شخصیت میں ہو شردّھا کا پھل تو ہمیشہ اُس کی اپنی شردّھا کا ہی ملتا ہے۔ جتنے بھی جگیاسو ہوں اُن کے آدرش بھی اتنے ہی مختلف ہو سکتے ہیں۔ ان سب کو بھی تو اپنی شردّھا کا ہی پھل ملتا ہے یہاں آدرش کی تلاش میں دماغ سوزی کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ بھی آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اُس کو اپنا آدرش مقرر کرو۔ ہر مراد پوری ہو گی۔ سو آپ نے دیکھا۔ کہ بھگتی مارگ گیان مارگ کے بمقابلہ میں کتنا سہل اور خوشگوار راستہ ہے بھگوان کرشن گیتا میں فرماتے ہیں۔ کہ انسان شردّھا کا پُتلا ہے۔ جیسی جس کی شردھا ہو گی وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ مانسک وِدّیا (PSYCHOLOGY) کے جاننے والے اچھی طرح سے سمجھتے ہیں کہ شردھا FAITH کتنا بلوان ہے حضرت عیسےٰ بھی اپنے معتقدوں سے مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں اسے سونوں! اگر تمہارے میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا اور تم اس پہاڑ سے کہتے کہ اُٹھ اور سمندر میں جا پڑ تو جا پڑتا۔ بھگوان نے جب یہ جگت رچا تو صرف اتنا کہا کہ ہو جا اور ہو گیا۔ دراصل یہی شکتی ہر انسان کے اندر مخفی ہے وہ روُحانی دُنیا میں دماغ سے کام لیکر گمراہ ہو گیا ہے۔ دماغ کی دنیا تو صرف کال دیش اور علت معلول کی دُنیا ہے اور رُوحانی دنیا تو کال دیش اور علت معلول کی دُنیا سے پرے ہے یہ انسان کی خوش قسمتی ہے اور یہ رُوحانی دُنیا کا سب سے بڑا معجزہ ہے کہ شردھا کے ذریعہ آپ کی ہر مُراد پوری ہو سکتی ہے رُوحانی دُنیا میں عقل اور دلیل کا بوجھ اُتار پھینکو۔ لیکن یاد رکھو کہ دُنیاوی معاملات میں۔ ہر کاروبار میں۔ ہر سائینس میں عقل کا سہارا نہایت ضروری ہے محض روحانیات میں ہی صرف شردّھا کی ضرورت ہے یہاں عقل اور دلیل آپ کو گمراہ کرینگے۔ میں نے خود جب سے شردّھا کا راز سمجھا ہے۔ ہمیشہ ہر وقت مسرور رہتا ہوں۔ اطمینانِ قلب حاصل ہے بشاشت کی عجیب کیفیت طاری رہتی ہے کیا یہ شردّھا کا کم معجزہ ہے کہ ہماری ہر طلب پوری ہو سکتی ہے۔ صرف خود اپنی ذات میں شردّھا کی ضرورت ہے۔ پورن شردھا سے ہم جو کچھ بھی چاہتے ہیں بن سکتے ہیں۔ ہر مُراد پوری ہو سکتی ہے۔ بھگوان کرشن کا قول جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اگر اس آرٹیکل میں آپ کے لئے کوئی بات وضاحت طلب ہو تو آپ مجھے تحریر کریں۔ اگر آپ خود مل سکتے ہوں۔ تو وقت مقرر کرکے مل سکتے ہیں:۔

دیوان پنڈی داس چوپڑہ۔ بی۔ اے ۹ 4/2 پٹیل نگر دہلی

مسلسل قسط ۴

برہم رشی یا گولکیہ کا ویاکھیان

از شری سوامی نتیانند جی بھارتی

رشی نے فرمایا۔ نہ وہاں (خواب میں) رتھ ہوتے ہیں۔ نہ رتھ کے سامان ہوتے ہیں۔ اور نہ ہی راستے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ (دگیان مے آتما) رتھوں کو۔ رتھ کے سامانوں کو اور راستوں کو رچ لیتا ہے (دیکھو) نہ وہاں مزے ہوتے ہیں۔ نہ خوشیاں ہوتی ہیں۔ اور نہ آنند کے سامان ہوتے ہیں۔ لیکن یہ مزوں کو خوشیوں کو اور آنند کے سامانوں کو تیار کر لیتا ہے۔ (نہ صرف یہ ہی۔ بلکہ) نہ وہاں تالاب ہوتے ہیں۔ نہ ندی نالے ہوتے ہیں اور نہ چشمے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ تالابوں کو۔ ندی نالوں کو اور پانی کے چشموں کو بنا لیتا ہے کیونکہ یہ کرتا ہے (اس میں رچنا رچنے کی شکتی ہے)"

یہ حقیقت ہے۔ سچائی ہے۔ کہ سوپن کی حالت میں دراصل نہ رتھ ہوتے ہیں۔ نہ رتھ کے گھوڑے وغیرہ ہوتے ہیں۔ نہ خوشیاں ہوتی ہیں۔ نہ خوشیوں کے سامان۔ استری پتر وغیرہ ہوتے ہیں۔ نہ تالاب ہوتے ہیں۔ نہ دیگر پہاڑ اور ندی نالے وغیرہ ہوتے ہیں۔ مگر اس وگیان سروپ آتما کی کاریگری ملاحظہ کیجئے کہ کس عقلمندی کے ساتھ بے سروسامانی کی حالت میں گاڑی گھوڑے اور سڑکیں تیار کرتا ہے۔ عورت بچے بنا لیتا ہے اور ندی نالے بھی مہیا کر لیتا ہے۔ رشی کہتے ہیں۔ آشچریہ کیوں کرتے ہو۔ یہ آتما ہے یہ رچنا رچنے کی شکتی کا مالک ہے۔ اس کو کرتا سمجھو۔ سجنو! غور کرو۔ جاگرت کے پدارتھوں کو بنانے کے لئے کتنے سادھنوں اور کتنے وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر یہ آتما جب اپنی طاقت دکھاتا ہے۔ تو آناً فاناً پہاڑ۔ ندی۔ نالے۔ گھوڑے ہاتھی۔ عورت بچے وغیرہ بن جاتے ہیں۔ اور طرہ یہ کہ بغیر سامان کے اور بغیر سادھن کے۔

خیال کیجئے۔ رتھ اور گھوڑوں کے بنانے میں اور سڑکوں کے تیار کرنے میں کتنے مصالحہ کی ضرورت ہے۔ کتنے وقت کی ضرورت ہے مگر واہ رے آتما! تجھ کو نہ سامان کی ضرورت ہے۔ نہ وقت کی۔ ہو بھی کیسے جبکہ تجھ سے ہی سامان کی ہستی ثابت ہوتی ہے اور تجھ سے ہی وقت کو وجود میں آنے کا وقت ملتا ہے سجنو! عورت کو جوان ہونے اور بچہ کو بڑا ہونے میں کتنا عرصہ درکار ہے سوچئے ندی نالے اور پہاڑ تیار کرنے میں کتنے ہزار سال لگے ہوں گے۔ کتنے پرمانو اکٹھے کر کے پہاڑ کا وجود تیار ہوا ہوگا۔ مگر ذرا اپنی طاقت پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ کتنی جلدی اور کتنی پھرتی سے آپ حالتِ خواب میں رچنا رچ لیتے ہیں۔ حیران اور پریشان مت ہو جئے۔ سجنو!

آپ آتما ہو۔ آپ کرتا ہو۔ آپ جیسی چاہو رچنا رچ سکتے ہو کیا خواب کی حالت میں اپنی کارگزاری پر خیال نہیں کروگے؟ کیا اپنی شکتی پر وشواس نہیں کروگے؟ کیا اپنے آپ کو اپنے اصلی سروپ سے پریچت نہ کروگے؟ کیا جنم جنمانتر میں بھٹک بھٹک کر کشٹ پر کشٹ ہی اٹھایا کروگے۔ یا اپنے موکش کے لئے بھی کوئی تجویز سوچوگے؟

رشی جی نے تو اُپدیش میں صاف کہہ دیا ہے۔ کہ کرنے والے تم خود ہو۔ یہ تُم ہی ہو۔ جو خواب میں کرامات دکھاتے ہو۔ یہ بھی تُم ہی ہو۔ جو پُنر جنم کے چکر کھاتے ہو۔ اور میرے دوستو۔! یہ بھی تم ہی ہو۔ جو موکش پراپت کرسکتے ہو۔

رشی نے فرمایا۔

(اس بارے میں (وید کے) منتر بھی (پرمان) ہیں۔ یہ ایک ہنس آتما جو کہ ہرنیہ مے (نور مطلق) پُرش ہے ہرگز نہیں سوتا ہے۔ البتہ شریر کو بے حرکت کرکے خود سوپن اوستھا کے چھپے ہوئے نظارے دیکھتا ہے اور بعد میں اپنے پرکاش کو لیکر اپنے استھان جاگرت کی طرف واپس آتا ہے۔"

وید نے آتما کو ایک ہنس کہا ہے۔ ایک ہنس کا مطلب ہے۔ کہ آتما ایک ہے اور ہنس ہے۔ جس طرح ہنس پانی پر تیرتا اور آکاش میں اڑتا ہے لیکن پانی اور آکاش سے بالکل الگ ہوتا ہے اسی طرح آتما بھی جسم میں رہتا ہے لیکن جسم سے الگ ہے۔ آتما کا سروپ بھی کہہ دیا گیا ہے۔ کہ آتما ایک ہے۔ آتما کی ذات میں کسی دوسری شے کو دخل حاصل نہیں ہے، آتما کے ٹکڑے نہیں ہوسکتے۔ آتما کو گھیرا نہیں جا سکتا۔ آتما لاثانی ہستی ہے۔ ہنس کہتے ہیں دیکھنے والا یا حاصل کرنے والا۔ چنانچہ آتما جاگرت سوپن اور سوشپتی میں اکیلا رہ کر درشٹا ہوتا ہے۔ جاگرت کا تماشہ ختم ہوتا ہے، تو سوپن کا کھیل شروع ہوتا ہے۔ سوپن کا کھیل ختم ہوتا ہے۔ تو سوشپتی کا نظارہ آتا ہے۔ ان تینوں حالتوں میں ایسا ورودھ ہے کہ جب ایک ہوتی ہے تو باقی دونوں غائب ہوجاتی ہیں۔ جاگرت ہوتی ہے تو سوپن سوشپتی نہیں ہوتیں اگر سوپن کی حالت ہوتی ہے تو جاگرت اور سوشپتی نہیں ہوتیں اور اگر سوشپتی ہوتی ہے تو جاگرت اور سوپن کی حالتیں نہیں ہوتیں۔ لیکن وید کہتا ہے کہ چاہے جاگرت ہو یا سوپن سوشپتی ہوں۔ ان کا ساکشی تماشہ دیکھنے والا آتما برابر موجود ہوتا ہے۔ چاہے کوئی نظارہ ہو، آتما اس کا دیکھنے والا ہے۔ آتما کی ہستی تماشہ سے بالکل الگ ہے۔ نیائے یا منطق کے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہر تماشہ یا نظارہ اپنے سے غیر کے لئے ہے جس کے تماشہ ہے وہ آتما ہے اور وہ تماشے سے جُداگانہ ہستی رکھتا ہے۔ اگر تماشہ تماشائی لوگوں کے لئے نہیں ہے تو تماشے کی ہستی ثابت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ تماشا تب ثابت ہو۔ جب کہ اس کا کوئی دیکھنے والا ہو۔ تو وہ تماشے سے الگ ہوگا۔ اس طرح وید نے آتما کی ہستی کی دلیل بھی دی ہے۔ کہ جاگرت سوپن سوشپتی کی حالتیں درشیہ یعنی دکھلائی دینے والی چیزیں ہیں۔ ان میں تبدیلی بھی ہے۔ اس لئے لازمی ہے کہ ان حالتوں کا کوئی درشٹا ارتھات شاہد ہو

اور وہ پریہام سے رہت ہو۔

یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ آتما سر نیہ مے یعنی نور مطلق ہے۔ اور وہ ہرگز نہیں سوتا ہے۔ ان لفظوں کا مطلب یہ ہے کہ آتما کو روشنی کسی دوسری ہستی سے نصیب نہیں ہوئی۔ جیسا کہ زمین کو روشنی سورج سے ملتی ہے۔ یا کالے کوئلہ کو روشنی آگ سے ملتی ہے یا بلبوں کو روشنی بجلی سے حاصل ہوتی ہے۔ ویسے آتما کو روشنی کسی اور چیز سے نہیں ملی ہے۔ بلکہ یہ روشنی آتما کا اپنا سوبھاوک گن ہے۔ یاد رہے کہ روشنی سے مراد گیان یا علم سے ہے۔ جب پرکاش کرنا یعنی جاننا یا شاہد ہونا آتما کا سوبھاوک گن ہے تو اس کا ناش بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ذاتی صفت تب تک برابر قائم رہتی ہے۔ جب تک کہ ذات کا وجود قائم ہو۔ آتما کی ذات فانی نہیں ہے۔ اس لئے اس کی صفات بھی فانی نہیں ہو سکتیں۔ یہی کارن ہے کہ وید کہتا ہے۔ کہ آتما ہرگز نہیں سوتا یعنی آتما کے گیان کا کبھی ناش نہیں ہوتا جس طرح اندریہ اور من سو جاتے ہیں۔ اگر آتما کبھی کبھی سو جاوے تو آتما بھی اندریہ اور من کی طرح پیدا شدہ اور ناشمان پدارتھ مانا جاوے گا۔ اور ایسی حالت میں اس کی جڑ مان کر اس کے علاوہ کسی اور چیتن ہستی کی تلاش کرنی ہوگی۔ کیونکہ بغیر شاہد کے۔ بنا جاننے والے ساکھی درشٹا کے اس اوستھا کی سدھی ہرگز نہیں ہو سکے گی۔ اس لئے اس اوستھا کا دیکھنے والا اس سے الگ ہمیشہ قائم رہنے والا آتما ہے مطلب یہ ہے کہ سپن بدلتے ہیں۔ دیکھنے والا وہی رہتا ہے، اس کو شاستروں میں "درگ۔ درشیہ وویک" کے نام سے کہا گیا ہے۔ سانکھیہ فلاسفی میں اسی گیان کو "وویک کھیاتی" کہا گیا ہے۔

سوپن سے شریر کو بے حرکت کرنا اور خود چھپے نظارے دیکھنے کا بھاو یہ ہے۔ کہ جب سوپن اوستھا ہوتی ہے۔ تو شریر کی اندریاں بے حرکت ہو جاتی ہیں یعنی اپنے اپنے کاروبار بند کر دیتی ہیں۔ چنانچہ اس حالت میں آنکھ۔ کان۔ ناک ہاتھ پیر وغیرہ چپ چاپ ہوتے ہیں۔ دیکھنا۔ سننا وغیرہ کام نہیں ہوتے، دراصل آتما کی شکتی سے اندریاں کام کرتی ہیں جب آتما اپنی شکتی ان سے لے لیتا ہے تو وہ بے حرکت اور بے جان ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح خواب کی حالت کا ہم روزمرہ مطالعہ اور مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیکن کتنی بدقسمتی ہے کہ پھر بھی آتما کو جسم اور اندریوں سے الگ نہیں سمجھتے۔ وید کہتا ہے کہ آتما خواب میں اپنی چھپی طاقت کا نظارہ دیکھتا ہے جس آتما میں اتنی طاقت پوشیدہ ہے کہ سوپن میں نانا پرکار کی سرشٹی رچ سکے۔ کتنا افسوس ہے کہ وہ اپنے موکش کے لئے پریتن نہیں کرتا۔ اگر وہ تھوڑا سا بھی خیال کرے تو موکش پراپت کرنے میں اس کو کوئی دقت نہ ہو۔

وید کہتا ہے کہ سوپن دیکھ چکنے کے بعد یہ اپنی طاقت یا پرکاش کو لیکر جاگرت استھان کی طرف واپس آتا ہے۔ اس کا تات پریہ یہ ہے کہ جس شکتی کو لیکر یہ خواب رچنے گیا۔ اس طاقت اور پرکاش کو واپس لے لیتا ہے اور اندریوں کو پھر حرکت دیتا ہے اور خواب کو جاگرت میں تبدیل کرتا ہے جو طاقت سوپن میں تھی وہ طاقت جاگرت میں کام کرنے لگتی ہے آپ پھر جنم کو بھی اسی نظر سے سمجھ سکتے ہیں جس پرکاش سے

اس جسم کو روشن اور منوّر کیا گیا ہے یا کیا جا رہا ہے۔ وہی طاقت اور پرکاش دوسرے جنم کو بھی پرکاشت اور شکتی والا کرتی ہے جس طرح سوپن میں آتما کی شکتی جا کر چھپے نظارے کو دکھاتی ہے۔ اُسی طرح ایک جنم کی طاقت اپنے چھپے ہوئے کرموں کا نظارہ (پھل) دوسرے جنم میں جا کر دکھاتی ہے۔

رشی اپنی بات کی سدّھی کے لئے وید کا اس لئے پرمان دیتے ہیں۔ کہ (۱) وید سب ستیہ ودّیاؤں کا خزانہ ہے (۲) وید سے بڑھ کر پُرانی پُستک سنسار میں کوئی نہیں ہے۔ (۳) وید وہ بات بتاتا ہے۔ جو عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ اور ان کی پہنچ سے بہت اُونچی ہوتی ہے (۴) وید رشی منی لوگوں کا گُرو ہے (۵) وید پرمیشور کی پوتر بانی ہے (۶) وید کا پرمان انادی کال سے مانا جاتا رہا ہے وغیرہ۔ اگر رشی اپنے خیالات کے ثبوت میں وید کا پرمان نہ دیتا۔ تو جنک جیسے وید وشواسی آستک بھگت کو یہ شک ہو جاتا کہ رشی تو وید کا پنڈت اور آچاریہ نہیں ہے۔ اگر یہ وید کا پرمان نہیں دیتا تو معلوم ہوتا ہے کہ یا تو وید میں آتم تتو گیان نہیں ہے۔ یا یہ آچاریہ اپنے کو وید سے بھی زیادہ پرمانک مانتا ہے۔ دونوں حالتوں میں رشی کا ابھمان ظاہر ہوتا ہے اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا۔ کہ رشی وید کا پرمان نہیں مانتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ یا تو جنک کا وشواس وید سے اُٹھ جاتا یا یا گو لکیہ کے لیے شردھا نہ رہتی۔ اس لیے رشی نے نہایت عقلمندی سے مریادا قائم رکھتے ہوئے اپنے ابھمان کو تیاگ کر پرم پوتر وید کے منتروں کا پرمان پیش کیا۔ سچ مچ رشی نے بڑا بھاری ودوان ہو کر جو نظیر قائم کی ہے وہ بہت ہی بیش قیمت ہے۔ خاص کر ایسے وقت میں جبکہ چاروں طرف سے ویدوں پر پرہار ہو رہے ہوں۔ ویدوں کو گڈریوں کے گیت کہا جا رہا ہو۔ ویدوں کی شان میں اور بھی اوٹ پٹانگ بکواس کی جا رہی ہو۔ اس نظر سے ہم کو وید کی پرمانکتا کا پاٹھ سیکھنا چاہیئے۔ اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وید کی عظمت اور عزت کی رکھشا کرنی چاہیئے۔ کتنے شرم کی بات ہے کہ دوسری قومیں اپنے بزرگوں کی باتیں سنبھال کر رکھیں۔ اور اپنی کتابوں کو سینہ میں چھپا کر رکھیں اور ہم لوگ رشیوں کے وچاروں کو اور پوتر پُستکوں کو ٹھوکر مار کر گلیوں میں پھینکا کریں۔ اگر آپ یہ جاننا چاہیں کہ وید میں کیا ہے۔ تو اپنشدوں کو پڑھیئے۔ رشیوں کے وچار پڑھ کر آپ کو پتہ لگ جاوے گا۔ کہ وید کیا ہے اور وید کی دُنیا کو کیا ضرورت ہے غور کیجئے۔ رشی جی دوسرا منتر بطور پرمان پیش کر رہے ہیں۔

ایک ہنس آتما امرت ہے یہ ہرنیہ مے پرش پرانوں کے دوارا گندے
گھونسلے کی رکھشا کرتا ہے۔ اور خود اس سے باہر جہاں چاہتا ہے
(وہاں) چلا جاتا ہے"

جس طرح ایک پکشی گھونسلہ بناتا ہے۔ اور اس کی رکھشا کرتا ہے۔ اور جب جب ضرورت ہوتی ہے۔ باہر اُڑ کر چلا جاتا ہے۔ ٹھیک ویسے ہی یہ آتما بھی ایک ہنس ہے اس کا رنگ روپ یعنی سروپ بہت شُدھ اور صاف ہے یہ آتما اپنے گندے گھونسلا ارتھات اس شریر کو جو کہ ہڈی مانس۔ لہو۔ تھوک۔ موتر گندگی

کا ڈھیر ہے پرانوں سے رکھشا کرتا ہے اور سوپن میں اِس سے باہر جہاں جاہتا ہے چلا جاتا ہے دراصل یہ امرت ہے۔ اُس کو موت نہیں ہے۔ یہ مرتا نہیں ہے۔

وید نے سریر کو گندہ گھونسلا کہہ کر ویراگیہ کا اُپدیش کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے۔ کہ آتمن! جس گھونسلا کے پیچھے تو اتنی ممتا اور موہ کرتا ہے اس کے سروپ پر وچار کر۔ دیکھ! اس میں کتنی گندگی ہے۔ کتنی بدبو ہے۔ پھر تو اُڑنے والا اور دور دور کی سیر کرنے والا۔ کیوں اس گندگی کے ڈھیر پر اتنا عاشق ہوتا ہے یوگ سوتر پر بھاشیہ کرتے ہوئے مہرشی ویاس جی نے کہا ہے کہ سریر کی گندگی اور مکروہیت پر دھیان دو۔ دیکھو یہ جسم کس جگہ سے پیدا ہوا ہے۔ گندی نالی سے کس بیج سے پیدا ہوا ہے۔ گندی بوندوں سے۔ کس چیز پر قائم ہے۔ مانس اور ہڈیوں پر۔ دیکھو اس کے اندر سے نکلتا کیا ہے۔ مل موتر۔ تھوک۔ کھنگار۔ اگر اب بھی جسم کی گندگی پر شک ہو۔ تو مردہ جسم کو دیکھو۔

اگر ہنس کا ارتھ ہنس بھی لے لیا جائے۔ تو یوں کہا جاوے گا۔ او مانسرور کے ہنس! تو کیوں اس گندے گھونسلے میں قید ہوا پڑا ہے۔ تو تو شانت جل اور وایو کا نواس کرنیوالا ہے۔ کیوں یہاں نرک بھوگ رہا ہے۔ اپنے پروں کو حرکت دے۔ اور اُڑ جا۔ وہاں جا۔ جہاں تیرا اصلی استھان ہے۔ اس منتر نے آتما کو اپنے حقیقی مقام کا اپدیش دیا ہے اور جس جسم کے موہ میں یہ مارا مارا پھرتا ہے۔ اس کے اصل گندے سروپ پر اشارہ کیا گیا ہے تاکہ یہ اس کے چکر سے نکلے۔ آتما کو اس کی شکتی سے بھی واقف کرایا گیا ہے۔ کہ جن پروں سے اُڑ اُڑ کر تو جسم اور جسم کے تعلقات کی رکھشا کرتا ہے اور اپنی طاقت کا استعمال کرتا ہے۔ اگر تیرا خیال ہو جاوے تو اس طاقت کا رُخ دوسری طرف تبدیل کر کے تو بہتر جگہ پر پہنچ سکتا ہے اِس سے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ موکش کا حاصل کرنا اسمبھو نہیں ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا۔ کہ تو موکش پراپت کرنے کے لیئے اس گھونسلا میں آیا ہے۔

سجنو! یہ ہنس ہر خواب میں اُڑتا ہے۔ اپنے پروں کو پھڑ پھڑا کر حرکت دیتا ہے اور نامعلوم کہاں کہاں تک جاتا ہے اور کس کس لوک کی سیر کرتا ہے لیکن پھر واپس اپنے گھونسلے میں چلا آتا ہے۔ بیشک اُڑنا اور دور دور کی سیر کرنا اس ہنس آتما کا سوبھاوک گُن ہے۔ لیکن یہ بار بار واپس جاگرت میں کیوں آتا ہے؟ اِس لئے ایک تو گندے گھونسلا کی محبت اس کو کشش کرتی ہے۔ دوسرے اس غریب کو اپنا اصلی مقام معلوم نہیں۔ اُڑتا ہے۔ لیکن وہاں نہیں پہنچ پاتا ہے۔ اِس لئے واپس چلا آتا ہے۔

سریر سے باہر اُڑنے کا مطلب یہ ہے کہ آتما سریر سے ذات اور صفات کے لحاظ سے بالکل الگ ہے سریر کے دھرموں کا آتما کے ساتھ رتی بھر بھی تعلق نہیں ہے۔ آتما اُڑنے والا آکاش کی اونچی اُڑان اُڑنے والا ہے جسم زمین کی گندگی کا ڈھیر ہے آتما کو امرت کہہ کر وید نے سریر سے بالکل الگ کہہ دیا ہے۔ کیونکہ جسم مرنے والا ہے اور آتما کی موت نہیں ہوتی۔ یہ جیون جیوتی کبھی بھی نہیں بجھتی۔ آتما کا جسم سے باہر اُڑنا سوپن میں بطور درشٹانت ہے سوپن میں اگرچہ یہ ہوتا ہے مگر خیالات سے اُڑ کر باہر جاتا ہے ارتھات سوپن کی حالت میں

جسم سے بالکل باہر نہیں جاتا۔ بالکل باہر جانا تو جسم کو چھوڑ دینا یعنی مرنا کہلاتا ہے اگر سوپن میں شریر سے بالکل ہی باہر چلا جاوے تو جسم کی موت ہو جاویگی۔ اس لیئے باہر جانا مت سمجھ لینا۔ وید کہتا ہے۔ کہ یہ ہنس گھونسلہ کی رکھشا کرتا ہے۔ اور باہر جاتا ہے۔ گھونسلہ کی رکھشا کے لیئے باہر جانا مت سمجھ لینا۔

کہ گھونسلہ پر لات مار کر اُس کو ہمیشہ کے لیئے چھوڑ جاتا ہے۔ بلکہ اس کی رکھشا کا سامان باہر سے لیکر آتا ہے۔ یہ جاگرت کا ورنن ہے اب بتات جو شکتیاں سوپن میں چلی گئی تھیں۔ اُن کو واپس لا کر جاگرت کے بیوہار کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سو جانے پر جسم کی طاقتوں اندریوں کو آرام ملتا ہے۔ اور جاگنے پر تازہ دم ہو کر جسم کی رکھشا ہوتی ہے۔

(باقی آئیندہ)

ہر ہر اوم ہر ہر اوم

سوامی رام

جنگل میں جوگی بستا ہے ـ گاہ روتا ہے گاہ ہنستا ہے
دِل اُسکا کہیں نہیں پھنستا ہے ـ تن من میں چین برستا ہے۔ ہر ہر اوم۔ ہر ہر اوم
خوش پھرتا ننگ منگا ہے ـ نینوں میں بہتی گنگا ہے
جو آجائے سو چنگا ہے ـ مکھ رنگ بھرا من رنگا ہے۔ ہر ہر اوم۔ ہر ہر اوم
نہیں پرواہ مرنے جینے کی ـ ہے یاد نہ کھانے پینے کی
کچھ دِن کی شدھ نہ مہینے کی ـ ہے پون رومال پسینے کی۔ ہر ہر اوم۔ ہر ہر اوم
پاس اُس کے پنچھی آتے ہیں ـ اور دریا گیت سُناتے ہیں
بادل اشنان کراتے ہیں ـ بِرچھ اُس کے رشتے ناطے ہیں۔ ہر ہر اوم۔ ہر ہر اوم

اوم شبد کی ریسرچ

از قلم شری سوامی پارس ناتھ جی

مسلسل۔ قسط دوئم

صحن میں ایک کھونٹا گاڑ اور گدھے کو لے جاکر باندھو اُس کے بعد وہ تینوں اس جگہ سے اٹھکر صحن کی کرسیوں پر جا بیٹھے۔

مارچ ۔ جانور ۔ چڑیا اور آدمیوں کی آوازوں کے علاوہ دیگر قسم کی آوازوں کو بھی ریکارڈوں میں بھرا گیا ہے۔

ہردیال ۔ کیسے؟

مارنج ۔ جیسے بادل کی کڑک ۔ بجلی کی تڑپ ۔ آندھی کی آواز ۔ آگ کی آواز ۔ درخت سے آدمی کے گرنے کی آواز ۔ درخت کٹ کر گرنے کی آواز ۔ پہاڑ پر سے پتھر گرنے کی آواز ۔ کوہ آتش فشاں کی آواز ۔ مینڈک سانپ ۔ شیر وغیرہ کی آوازیں۔

ہردیال ۔ کیا اِن سب آوازوں کے ریکارڈ بن چکے ہیں۔؟

مارنج ۔ جی ہاں۔

ہردیال ۔ واقعی آپ نے کمال کیا ہے ۔ پرماتما آپ کو سپھلتا دیوے ۔ بھلا ان سب ریکارڈوں کو لے کر آپ کیا کریں گے ۔؟

مارنج ۔ بڑے دن کے روز یہ سب ریکارڈ آپ لوگوں کے سامنے لے جائے جائینگے ۔ اور اِن سب ریکارڈوں کی جملہ آواز ایک ریکارڈ میں بھری جائیگی ۔ اس ریکارڈ میں جو آواز پیدا ہوگی وہی شروع کی آواز یعنی آدم شبد مانا جائیگا۔

ہردیال ۔ کیا سب ریکارڈ ایک ساتھ بجیں گے یا علیحدہ علیحدہ؟

مارنج ۔ ایک ساتھ۔

ہردیال اس قدر فونوگراف کہاں سے آدینگے۔

مارچ ۔ فونوگراف کی کمپنیوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ایک روز کے لئے اپنی سب مشینیں خود اپنے ہمراہ لاویں گے اور نتیجہ دیکھ کر اپنے ہمراہ واپس لے جاویں گے۔

ہردیال ۔ واقعی آپ نے معقول انتظام کیا ہے کوئی ہندوستانی ایسا نہیں کرسکتا۔

مارنج ۔ بڑے دن کے روز صبح نو بجے آپ دونو صاحب یہاں ضرور تشریف لاویں ۔ چنانچہ مشہر کارڈ بھی روانہ کئے جاویں گے۔

ہردیال ۔ کس کس کو مدعو کیا جاوے گا ——؟

مارنج ۔ امریکہ کے سب یونیورسٹیوں کے چانسلر اور پروفیسر امریکہ کا پریذیڈنٹ ۔ معزز لارڈ لوگ ۔ امریکہ پارلیمنٹ کے ممبران ۔ اور چند دوست احباب۔

ہردیال ۔ کیا سب کے سامنے آدم شبد والا ریکارڈ بھرا جاوے گا۔

مارنج ۔ ہاں! تاکہ میری کارروائی جعلی نہ سمجھی جاوے ۔ تب تک گدھا آگیا ۔ مارنج نے ہر چند کوشش کی ۔ مگر گدھا نہ بولا ۔ ملازم کو گدھے کی مرمت کرنے کو کہا گیا ۔ دو تین لکڑی کی ضرب پڑنے پر گدھا رسّی تڑا کر بھاگا ۔ اُس نے پہلی دولتی مارنج صاحب کی پیٹھ پر رسید کی اور دوسری دولتی سے وہاں رکھا ہوا فونوگراف توڑ دیا ۔ اُس کے بعد وہ چاروں طرف بھاگنے لگا ۔ اور رینگنے لگا ۔ مسٹر مارنج نے فوراً ایک دوسرا فونوگراف منگوایا اور اُس کی آواز بھرنے لگے ۔ دونو نو وارد اپنے اپنے منہ میں رومال دیکر ہنسنے لگے۔

بڑے دن کو کیفوس کے محل کے سامنے موٹر ہی موٹریں نظر آنے لگیں ۔ میلا سا لگ گیا ۔ لالہ ہردیال جی اور مہر دیپ بھی آگئے ۔ ایک ایک باجے پر ایک ایک

ریکارڈ رکھا گیا۔

مسٹر مارچ نے کھڑے ہو کر لیکچر دیا جس میں نادو شبد کی کھوج کا سارا افسانہ بیان کیا گیا تال کی گڑگڑاہٹ کا بھی ایک ریکارڈ بھر لیا گیا اس کے بعد سب ریکارڈ بجنے شروع ہوئے۔ اور ایک ریکارڈ ان کی منجملہ آواز کا بھرا جانے لگا دو گھنٹے میں یہ کام ختم ہوا۔ جب وہ آخری ریکارڈ فونوگراف کی مشین پر رکھا گیا تو اس وقت غضب کا سناٹا چھا گیا۔ سب لوگ نہایت تعجب کے ساتھ اس ریکارڈ کی آواز سننے لگے۔ اس ریکارڈ میں صرف ایک لفظ بار بار بج رہا تھا اور وہ لفظ تھا۔ ـــ "اوم" ـــ "اوم" ـــ "اوم"

ریکارڈ ختم ہونے پر لالہ ہردیال جی کھڑے ہوئے اور کہا۔

حاضرین جلسہ! ہمارے ہندو دھرم میں گیتا جی ایک نہایت مشہور و معروف کتاب ہے اس کتاب میں بھگوان کرشن چندر جی کا لیکچر ہے۔ گیتا کے ساتویں ادھیائے کا آٹھواں شلوک صاف کہتا ہے کہ کل ویدوں کا اوم حرف "اوم" ہے آج مسٹر مارچ نے بذریعہ سائنس یہ ثابت کر دکھلایا ہے کہ تمام روئے زمین کے کل شبدوں کا اناد شبد "اوم" ہے۔ آپ اپنی ایجاد میں کامیاب ہو گئے۔ گویا اپنے امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ہم ہندوستان کی طرف سے مسٹر مارچ کو مبارک باد دیتے ہیں۔ آپ نے اس امتحان میں ایک لاکھ پونڈ خرچ کیا ہے جو کہ ایک پروفیسر کی حیثیت سے بہت زیادہ ہے۔ امید کامل ہے کہ امریکہ کی سرکار خیال فرمادے گی۔ امریکہ کا پریذیڈنٹ کھڑا ہوا۔ اس نے شری ہردیال جی کے لیکچر کی تائید کی اور سرکار کی طرف سے بیس لاکھ پونڈ انعام دینے کی منادی کی۔

پھر پوپ صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا۔ "دولت کے بارے میں ہندوستان غریب ہے مگر گیان کے بارے میں ہندوستان دولت مند ہے جس بات کو آج ہم لوگ کثیر دولت خرچ کر کے نہایت محنت اور جانفشانی کے بعد معلوم کر سکے ہیں۔ وہ بات ہندوستان کو پیشتر از یں معلوم تھی۔ لہٰذا گیان کی کتاب گیتا کا ترجمہ امریکن زبان میں کیا جاوے۔ اور اس کتاب کو سب لوگ ہمیشہ اپنی جیب میں رکھیں۔ "اوم" "اوم" کہتے سب رخصت ہوئے۔

" اوم شم "

چہل درویش (مسلسل)

چالیسویں سادھو کی کہانی

(قسط نمبر ۶)

نرگنا تمک مایا

مصنفہ منشی سورج نرائن مہر

نرگنا تمک مایا

شدھ گیان سروپ برہم میں جو جگت اُدے ہوگا ظاہر ہے کہ وہ اس گیان کے سمندر میں محض وہمیہ ہوگا۔ کیونکہ گیان میں تفریق اور تقسیم کا امکان نہیں۔ گیان میں تغیّر و تبدل کا امکان نہیں۔ گیان بدل کر اور تبدیل ہیئت کر کے کچھ کا کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہاں ہو سکتا ہے تو گیان میں وہم ہو سکتا ہے کہ سروپ انو بھو یعنی احساس ذات کی بجائے اور تماشوں اور نظاروں کا انو بھو ہونے لگے۔ جیسے خواب میں ہمیں روز محسوس ہوتا ہے۔ یہ ادھیاس یعنی وہم کہلاتا ہے۔ اور اسی وہم کا نام مایا ہے مایا اور کچھ چیز نہیں ہے نہ یہ وہم یا مایا برہم سے کوئی علیحدہ وجود رکھتی ہے۔ وہی آدمی بیداری میں ہے اور وہی عالم خواب میں دونو صورتوں میں اس کی وحدت ذات میں فرق نہیں آتا۔ پس مایا برہم کی ایک شکتی ہے جو جگت کی رچنا کے وقت ظہور میں آتی ہے اس کو دو پہلوے نظر سے دیکھ سکتے ہیں۔ ایک تو یہ ناظر کے سروپ کو چھپاتی ہے اور دوسرے طرح طرح کی صورتیں نظر کے سامنے لاتی ہے۔ انہیں کو مایا کی آورن اور وکشیپ شکتیاں کہتے ہیں۔ آورن کے معنی حجاب اور وکشیپ کے اضطراب کے ہیں۔

مایا کا دوسرا نام اودیا یا اگیان ہے۔ یہ اگیان گیان کے نہ ہونے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ بھاؤ روپ ہے۔ یعنی اور چیزوں کی طرح ایک چیز ہے۔ اسکا انو بھو سب نے کیا ہے۔ گاڑھی نیند سے سو کر اٹھتے ہیں۔ تو سب کہتے ہیں۔ کیا سکھ سے سوئے ہیں۔ کہ کچھ بھی نہیں جانا۔ "یہ کچھ بھی نہیں جانا" ہی اگیان۔ اودیا۔ یا مایا کا سروپ ہے۔ اس اندھیرے میں سے ہر ایک شے نمود کر کر نکلتی ہے اور چیتن آتما کو تماشے دکھاتی ہے اودیا ساکشی بھاسیہ ہے۔ یعنی ساکشی یا شدھ گیان سے اودیا جانی جاتی ہے۔ "کچھ بھی نہیں جانا" کس نے؟ شدھ گیان سروپ آتما یا ساکشی نے۔ کیونکہ گاڑھی نیند کی حالت میں نہ اندریاں۔ کام کرتی ہیں اور نہ من اور

بُدھی ایک ساکشی ہی جاگتی جوت ہے ساکشی ہی سے ہر رتھ ہوتا ہے کہ ابدیا کوئی چیز ہے پرنتیکش اور اور پرمان ابدیا کے بادھک یعنی منافقض ہیں۔ جہاں جہاں علم تحقیقی کی روشنی پڑتی ہے۔ ابدیا دُور ہوتی جاتی ہے۔ پس جو شخص ابدیا میں پرمان مانگتا ہے۔ اور پرمان سے ابدیا کی تحقیقات کرنی چاہتا ہے وہ اس احمق کی مانند ہے جو چراغ ہاتھ میں لیکر اندھیرے کو ڈھونڈھتا پھرتا ہے ظاہر ہے کہ جہاں جہاں چراغ کی روشنی پڑتی جائیگی وہاں سے اندھیرا کافور ہوتا جائیگا۔

مایا انادی ہے۔ کیونکہ ایشور جیو وغیرہ مایا کے کارن یا علت نہیں ہو سکتے۔ اسلئے مایا سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور مایا کے کاریہ یعنی معلول ہیں۔ شدھ برہم گیان سروپ اور نرلیپ اداسنگ ہونے کی وجہ سے کاریہ کارن دونو بھاووں یعنی حالتوں سے علٰحدہ ہے اس وجہ سے مایا کو چاروناچار انادی ماننا پڑتا ہے یہ مایا کا مسئلہ ایک منطقی مجبوری اور عقلی لاچاری ہے جس سے گریز نہیں ہو سکتی۔ شُدھ گیان سُروپ برہم سے جگت کی پیدائش بلا وہم ساتھ لگے ناممکن محض ہے اور اسی وہم کا نام مایا ہے۔ سُرتی اور دلائل فلسفی ہم کو وحدت وجود پر پہنچاتی ہیں اور ماننا پڑتا ہے کہ وہ وجود محض گیان سُروپ ہے اس گیان میں جو جگت اُدے ہوگا۔ وہ خواب کے نقشے یا مداری کے کھیل سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے مایا وی کہا جاتا ہے جو لوگ پراچین اور نوین ویدانت کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اور مایا واد کو من گھڑت مسئلہ بتاتے ہیں۔ انہیں نہ وید کا مطلب سمجھنے کی تمیز ہے۔ نہ دقیق مسائل فلسفہ پر غور کرنے کی لیاقت ہے۔ ویدانت ازل سے ایک چلا آیا ہے۔ اور ابد تک ایک چلا جائیگا۔ اس میں پراچین اور نوین کی تفریق کہنے والے کی حماقت پر مبنی ہے۔ اصلی وقعت نہیں رکھتی۔ مایا واد ویدانت کے ساتھ ہے۔ جب سے ویدانت ہے اور جب تک ویدانت رہیگا۔ مایا واد بھی رہیگا۔ کیونکہ کائنات کے معمے کا حل سوچنے والی طبیعتوں کو کہیں ملتا ہے تو اسی مایا واد میں ہے باقی واد لواد یعنی بحث مباحثے بچوں کے کھیل ہیں۔ جو اپنے من سمجھوتی کر کے خوش پڑے ہوا کریں۔ لیکن عقل اور دلیل کے آگے نہیں ٹھیر سکتے۔

مایا کو نہ ست کہہ سکتے ہیں۔ نہ است۔ اگر ست ہو تو اس کا بادھ یعنی ناش نہیں ہو سکتا لیکن گیان سے تمام اگیان ہم روز ناش ہوتے دیکھتے ہیں۔ اس واسطے یہ ست نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ ست وہ چیز کہلاتی ہے۔ جو تینوں زمانوں یعنی ماضی حال اور مستقبل میں اپنی ہستی قائم رکھے۔ لیکن اگیان یا مایا تینوں زمانوں میں اپنی ہستی قائم نہیں رکھ سکتی۔ اس واسطے یہ ست نہیں کہی جا سکتی۔ اسی طرح یہ است بھی نہیں کہی جا سکتی۔ کیونکہ نیست محض ہو تو گدھے کے سینگ کی طرح اس کی پرتیتی ہی نہ ہونی چاہیئے۔ لیکن پرتیتی ہوتی ہے۔ اس واسطے اس کو انرو چنیہ کہتے ہیں۔ یعنی ایسی چیز جس کا نروچن یا بیان نہیں ہو سکتا۔ محض بود نمودی ہے اور کچھ نہیں ہے۔ رسّی میں سانپ نظر آتا ہے۔ لیکن رسّی میں نہ پہلے کبھی سانپ تھا نہ اب ہے۔ نہ آئندہ ہوگا۔ سانپ کی بود محض نمودی ہے جس کی بابت

کچھ نہیں کہا جا سکتا اسی طرح گیان سروپ آتما میں جگت کی پرتیتی ہے۔ جو اس میں نہ پہلے کبھی تھا نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ جس طرح رسّی کے گیان سے سانپ کی پرتیتی جاتی رہتی ہے اسی طرح آتما کے گیان سے جگت کی پرتیتی نہیں رہتی۔ اسے مایا کا بادھ یا ناش کہتے ہیں۔ پس مایا گو انادی چیز ہے لیکن انادی سانت ہے یعنی اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

آتما گیان سروپ ہونے کی وجہ سے سدا ایک رس ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ جہاں جہاں تبدیلی ہے سب مایا ہے تبدیلی ہمیں تین صورتوں میں ملا کرتی ہے۔ من کی برتیاں یعنی کیفیات نفس بدلتی رہتی ہیں۔ ستھول اور سوکشم صورتیں بدلتی رہتی ہیں پس یہ سب مایا ہیں۔ ایک مہاتما سے کسی نے پوچھا کہ مہاراج مایا کا کیا سروپ ہے؟ کہنے لگے اندھے یہ اتنی موٹی مایا تیری آنکھوں کے سامنے کھڑی ہے۔ تیرا جسم مکان۔ درخت پہاڑ جنگل سب مایا ہیں۔ کیا تماشہ ہے۔ کہ تجھے مایا دکھائی نہیں دیتی مجھ سے سوال کرتا ہے کہ مایا کا کیا سروپ ہے؟ جا آنکھوں کا علاج کرا۔ غرض تبدیل ہونے والی چیزیں سب مایا ہیں۔ جس گُن یا صفت کی وجہ سے مایا کیفیات نفس کی صورت اختیار کرتی ہے۔ اسے اصطلاح میں "ستوگن" کہتے ہیں۔ جس سے کام کرنے والی شکتی یا قوت بنتی ہے۔ وہ "رجوگن" کہلاتا ہے اور جس سے ستھول سوکشم صورتیں اختیار کرتی ہے یا موہ اور نیند کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے وہ "تموگن" ہے۔

کائنات میں جہاں جہاں جو جو کچھ ہو رہا ہے وہ یوں سمجھو کہ مایا کا ایک گُن دوسرے میں برت رہا ہے اور کچھ نہیں ہے۔ آتما اس تماشے کا دیکھنے والا ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی کبھی ممکن نہیں ہے جس گیانی کی یہ درشٹی ہوتی ہے اس کو ترگناتیت یعنی تینوں گنوں سے گزرا ہوا کہتے ہیں۔ اسی کا دوسرا نام جیون مکت بھی ہے۔ شری کرشن بھگوان نے گیتا میں اس کی تعریف یوں کی ہے۔

جو شخص موجودہ کیفیات نفس۔ اعمال اور حالت غفلت سے نفرت نہیں کرتا اور گذشتہ کی خواہش نہیں کرتا۔ جو بے تعلق بیٹھا رہتا ہے۔ گنوں سے چلایماں نہیں ہوتا۔ اور یہ سمجھ کر کہ گن کام کر رہے ہیں قائم رہتا ہے حرکت نہیں کرتا۔ جس کو سکھ دکھ مساوی ہیں جو اپنی ذات میں قیام رکھتا ہے جس کی نظر میں پتھر لوہا اور سونا ایک ہے جو مستقل مزاج ہے جو خویش و بیگانہ دونو کو ایک نظر دیکھتا ہے جس کو تعریف و ملامت یکساں ہے عزت و بے عزتی یکساں ہے۔ دوست و دشمن یکساں ہیں۔ اور جو کسی کام کو پھل کی غرض سے شروع نہیں کرتا۔ وہ گناتیت یا جیون مکت کہلاتا ہے۔

ویدانت انجام میں آدمی کو اس درجے پر پہنچا دیتا ہے۔ کہ عالم امکان اُسے تماشہ نظر آتا ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ جتنی تبدیلی ہے سب اس تماشے میں ہے۔ مجھ تماشہ دیکھنے والے میں نہیں شاعر کہتا ہے:-

مجھ میں تبدیلی نہیں ہے

غرض نگاہ جہاں کی وہیں ہے تبدیلی
بس ایک میں ہوں کہ مجھ میں نہیں ہے تبدیلی

وہ دن بھی تھے کہ تھے سب ماں کے پیٹ کے اندر
وہ دن بھی آیا کہ اندر سے آ گئے باہر

گزر گئے جو کچھ ایام شیر خواری کے
تو گھٹنوں لگے چلنے مگر گرے اکثر

بڑھے کچھ اور تو تعلیم پائی مدرسے میں
وہاں سے جب ملی چھٹی تو آئے خوش خوش گھر

ترقیاں ملیں پڑھنے کو پہنچے کالج میں
اور امتحانوں میں پورے اتر گئے یکسر

جوانی آئی امنگوں کے دن بھی سامنے آئے
گزرنے وقت لگا ایک ایک کا خوشتر

بڑھی جو عمر جوانی سے پختہ کار ہوئے
وبال جان رہا گھر دکان یا دفتر

ہوئے ضعیف پیام آیا مرگ مبرم کا
یہ کالبد ہوا آتش میں جل کے خاکستر

بدلتے سین ہیں یوں زندگی کے ناٹک میں
میں دیکھ دیکھ کے حیران ہوں سوچتا ہوں مگر

برائے دیدۂ نظارہ میں ہے تبدیلی
بس ایک میں ہوں کہ مجھ میں نہیں ہے تبدیلی

عروج دیکھا ہے میں نے زوال دیکھا ہے
زوال ہی نہیں دیکھا کمال دیکھا ہے

جنہیں یہ دیکھا کہ اونچا بہت ہے سر انکا
سر ان کا ٹھوکروں میں پائمال دیکھا ہے

جنہیں کہ ناز بہت تھا فراخ حالی پر
انہیں کا تنگ بہت میں نے حال دیکھا ہے

جنہیں کہ دولت و حشمت کے تھے بڑے دعوے
فقیر کی طرح کرتے سوال دیکھا ہے

جنہیں کہ ناز تھے عزت پہ اور منصب پہ
ذلیل و خوار گدا کی مثال دیکھا ہے

کبھی ہیں شاہ گدا اور گدا کبھی ہیں شاہ
یہی حساب بہت ماہ و سال دیکھا ہے

بنے شریف رذیل اور بنے رذیل شریف
شرافت آہ سراپا ملال دیکھا ہے

جہاں کے نقشے ہیں سب نقش خواب کی مانند
بچھا ہوا یہاں مایا کا جال دیکھا ہے

یہ مایا جال ہے یہاں دلنشیں ہے تبدیلی
بس ایک میں ہوں کہ مجھ میں نہیں ہے تبدیلی

مصیبت سے سبق قسط سوئم

ناپسندیدہ حالتوں سے نکلنے کا راستہ

مہاتما جیمز ایلین

اس بات کی شکایت نہ کرو کہ تمہیں امیر اور دولتمند دق کرتے ہیں۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ اگر تمہارے پاس دولت ہوتی تو تم اوروں کو دق نہ کرتے؟ یاد رکھو کہ جو شخص آج دق کرتا ہے کل کو وہ ضرور خود دق ہوگا۔ یہ قانون ابدی ہے اور بالکل انصاف پر مبنی ہے اور یہ کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔ شائد ہے کہ تم کسی پہلی جون میں دولتمند اور ظالم تھے۔ اور اس لیئے اُس کی عوض میں اب سزا بھگت رہے ہو۔ پس استقلال اور اعتقاد سے کام لو۔ ابدی انصاف اور ابدی نیکی کو ہمیشہ کے لیئے دل میں جگہ دو۔ شخصی اور ناپائدار حالت سے بڑھ کر غیر شخصی اور پائدار حالت میں رہنے کی کوشش کرو۔ اس مغالطہ کو دور کرو کہ دوسرا شخص تمہیں کسی طرح کا نقصان یا تکلیف پہنچاتا ہے۔ اپنی اندرونی حالت اور قوانین پر بخوبی غور کر کے یہ سمجھو کہ تم در اصل اپنے آپ کو خود ہی نقصان پہنچا رہے ہو۔ اپنی حالت پر رحم کھانے سے اور کوئی کام زیادہ ذلت۔ کمینہ پن۔ اور روح کی ہلاکت کا نہیں ہے پس اپنی حالت پر رحم کھانا چھوڑ دو۔ جب تک کہ اس قسم کا کیڑا تمہارے جگر اور دل کو لگا ہوا ہے اور کھا رہا ہے۔ تب تک تم کبھی پورے طور سے عمدہ زندگی بسر کرنے کی توقع نہیں کر سکتے۔ اوروں کو برا بھلا کہنا یا الزام لگانا چھوڑ دو۔ اور اپنے پر الزام لگاؤ۔ یہ دیکھو کہ تمہارا ہر ایک کام۔ خواہش یا خیال۔ پاکیزہ۔ نیک اور بالکل بے عیب ہو۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو اُس کو ہرگز نہ بخشو۔ برابر ایسا کرنے سے تم اپنے مکان کی عمارت مضبوط بنا دو گے۔ یعنی تمہاری نیکی کی بنیاد پختہ ہو گی۔ اور خوشی اور بہبودی تمہیں خود بخود موقع پر نصیب ہو گی۔

چونکہ افلاس یا کوئی اور ناپسندیدہ صورت۔ ہماری اندرونی صورتوں کا عکس ہیں۔ اور انہی کی وجہ سے یہ بیرونی حالتیں یا صورتیں ہم پر طاری ہیں۔ بس ہمیں اپنے دل کی خود غرضانہ اور منفی صورتوں کی بیخ کنی کرنی لازم ہے۔ اور کوئی قطعی اور عمدہ طریقہ افلاس وغیرہ حالتوں سے مستقل طور پر نکلنے کا نہیں ہے؟ اصلی دولت ملنے کا طریقہ یہ ہے کہ روح کو نیکی کی تحصیل سے مالا مال کیا جائے۔ یعنی روح میں نیک خیالات کی دولت بھری جائے۔ دل کی نیکی ایک اصلی

شے ہے۔ اور اُس کے باہر نہ اقبالمندی ہے نہ طاقت ہے۔ صرف ان کا دکھاوا ہی دکھاوا ہے۔
میں جانتا ہوں کہ ایسے شخص بہت سا روپیہ کما لیتے ہیں جن میں ذرا بھی نیکی نہیں ہے اور نہ وہ
نیک بننے کی آرزو رکھتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو ایسا روپیہ حقیقی دولت نہیں ہے اور اس قسم کا
روپیہ چنچل اور ناپائدار ہوتا ہے۔ حضرت داؤد کا ذکر ہے کہ وہ جاہل اور شریر لوگوں کو حالتِ
عروج میں دیکھ کر نہایت ہی حیران ہوئے اور افسوس کیا کہ ہم ناحق پرہیزگار بنے اور عصمت
اور بیگناہی میں قدم رکھا۔ حتیٰ کہ انہوں نے باری تعالےٰ کی مقدس بارگاہ میں رجوع کی
اور اُن کو جواب شافی مل گیا۔ اور اصلی حقیقت معلوم ہو گئی۔ اسی طرح تم بھی اُس پاک درگاہ
میں رجوع کرو۔ اور یہ درگاہ تمہارے اندر موجود ہے۔ یہ نفس کی وہ اندرونی حالت ہے۔
جبکہ نفس میں سے تمام کمینہ عارضی اور ناپائدار خیالات زائل ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی
بجائے عامہ اور دائمی اصول قائم ہو جاتے ہیں۔ اس کو الہام ربانی کہنا چاہیئے۔ یہی خداوند
عظیم کی مقدس بارگاہ ہے۔ جب تم بہت کچھ عرصہ کے بعد خواہشات اور جذبات پر غالب آکر
اور نفس کو تربیت کر کے اس پاک مندر کے دروازے پر داخل ہو گئے تو تم پر تمام انسانی خیال
اور کوشش کا انجام اور نتیجہ اچھا اور برا صاف طور سے خود بخود منکشف ہو جائیگا۔ پھر جب تم
کسی شریر اور نکمے شخص کو بیرونی دولت جمع کرتے ہوئے دیکھو گے تو تمہارا اعتقاد یا یقین ذرا
بھی کم نہیں ہوگا۔ بلکہ برقرار رہیگا۔ کیونکہ تمہیں خوب معلوم ہے۔ کہ یہ شخص پھر ضرور افلاس
اور تنزل کی حالت میں آئیگا۔ جو دولتمند شخص نیکی سے بے بہرہ ہے وہ دراصل مفلس ہے
اور جیسے کہ دریا کا پانی ضرور سمندر کی طرف جاتا ہے۔ اسی طرح یہ شخص بھی باوجود اپنی تمام
دولت وحشمت کے افلاس اور مصیبت کی طرف جا رہا ہے اور گو وہ دولتمندی کی حالت
میں مر جائے۔ تاہم اُسے اپنی بدکاری کا تلخ انجام بھگتنے کے لئے ضرور پھر واپس آنا ہوگا۔
اور گو وہ بہت دفعہ دولتمند رہے۔ لیکن اُسے اتنی ہی دفعہ افلاس کی حالت میں رہنا پڑیگا۔
جب تک کہ بہت کچھ تجربہ اور تکلیف کے بعد وہ اپنے اندرونی افلاس پر غالب نہ آجائے لیکن
جو شخص ظاہر میں مفلس ہے اور نیکی سے مالا مال ہے۔ وہ درحقیقت دولتمند ہے اور یہ شخص
باوجود اپنی مفلسی کی حالت کے ضرور اقبالمندی اور عروج کی طرف ترقی کر رہا ہے۔ اور لاانتہا
خوشی اور برکت اس کے لئے مہیا ہیں۔

اگر تم دراصل اور ہمیشہ کے لئے اقبالمند بنا چاہتے ہو۔ تو اوّل نیک بنا ضروری ہے پس
یہ عقلمندی کی بات نہیں۔ کہ تم سیدھے اقبالمندی کے پیچھے دوڑو۔ اسی کی تحصیل کو اپنی زندگی
کا خاص مدعا بنا لو۔ اور طمع کا ہاتھ بڑھا کر اس کے لینے کی کوشش کرو۔ اس طرح کرنے سے آخر

میں ناکامیابی ہوتی ہے بلکہ اپنے آپ کو کامل بنانے کی کوشش کرو۔ دوسروں کو بلا غرض نفسانی فائدہ پہنچانا اپنی زندگی کا مدعا بناؤ اور ہمیشہ اعلےٰ لازوال اور غیر متغیر نیکی پر ایمان لاؤ۔

تم کہتے ہو کہ تمہیں دولت اپنے لئے نہیں چاہیئے۔ بلکہ تمہارا منشا دولت کے ذریعہ بھلائی کرنا اور دوسروں کو فائدہ پہنچانا ہے۔ اگر تم درحقیقت اسی غرض سے دولت حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو دولت تم کو ملے گی۔ کیونکہ تم بلاشک قومی دل ہمت والے اور غنی ہو۔ اگر باوجود دولت ہونے کے تم اپنے آپ کو اس کا مالک نہ سمجھو بلکہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے صرف مہتمم یا گماشتہ تصور کرو۔ لیکن اپنی نیت پر بخوبی غور کرو۔ کیونکہ اکثر حالتوں میں جہاں روپیہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے مطلوب ہوتا ہے۔ وہاں پہ دلی منشا یہ ہوتا ہے کہ ہم ہردلعزیز بن جائیں اور خلائق دوست یا پر اوپکاری اور مصلح قوم کہلائیں۔ جو کچھ تھوڑا سا تمہارے پاس ہے اگر تم اس کو نیک کاموں میں صرف نہیں کرتے۔ تو یقین کرو۔ کہ اگر تمہارے پاس اور زیادہ روپیہ ہوتا تو تم زیادہ خود غرض بن جاتے۔ اور اگر تم بالفرض اپنے روپے سے فائدہ پہنچانے کی کوشش بھی کرتے تو وہ صرف اپنی نیک نامی اور تعریف حاصل کرنے کی غرض سے ہوتی۔ اگر تم در اصل فائدہ پہنچانا چاہتے ہو تو تمہیں اس کے لئے روپیہ کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔ تم اگر چاہو تو اب بھی اسی وقت جس حالت میں کہ تم ہو۔ اسی میں فائدہ پہنچا سکتے ہو۔ اگر تم حقیقت میں ایسے ہی بلا غرض فائدہ پہنچانے والے اور پر اوپکاری ہو جیسا کہ تم اپنے تئیں سمجھتے ہو تو تم اب بھی خود کسی قدر نقصان اٹھا کر دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتے ہو۔

خواہ تم کتنے ہی مفلس کیوں نہ ہو پھر بھی تم میں نفس کشی کی گنجائش ہے۔ جو شخص دل سے فائدہ پہنچانا چاہتا ہے وہ اس کے لئے روپے کی انتظار نہیں کرتا۔ بلکہ وہ تصدق کی قربان گاہ پر آتا ہے۔ اور باہر آ کر ہمسایہ اور بیگانہ۔ دوست اور دشمن۔ سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتا ہے۔ سب کے لئے دعائیں مانگتا ہے اور سب کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

جیسے کہ معلول کا علت سے اور نتیجہ کا سبب سے تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح عروج اور ثروت کا اندرونی نیکی سے۔ اور افلاس اور کمزوری کا اندرونی بدی سے تعلق ہے۔

روپیہ اصلی دولت نہیں ہے نہ حکومت نہ ثروت۔ اور صرف روپے پر تکیہ کرنا ایسی جگہ پر کھڑا ہونا ہے کہ جہاں سے لغزش کا اندیشہ ہے۔

تمہاری اصلی دولت تمہاری نیکی کا سرمایہ ہے اور تمہاری اصلی ثروت یا طاقت اس طاقت کا ٹھیک ٹھیک استعمال ہے۔ اپنے دل یا باطن کو سدھارو۔ اس سے تمہاری زندگی سدھر جائیگی۔ شہوت۔ نفرت۔ غصہ۔ خود بینی۔ غرور۔ طمع۔ نفس پرستی۔ خود غرضی۔ ضد یہ سب

افلاس اور کمزوری میں داخل ہیں۔ برعکس ان کے محبت۔ پاکیزگی۔ شرافت فروتنی۔ صبر رحم۔ فیاضی۔ نفس کشی۔ ترک خودی یہ سب دولت اور ثروت میں شامل ہیں ؛

جب انسان ناداری اور کمزوری کو مغلوب کر لیتا ہے تو اندر سے خودبخود ایک غیر مغلوب اور عالمگیر طاقت پیدا ہوتی ہے اور جو شخص نہایت اعلےٰ درجہ کا نیک بن جاتا ہے وہ تمام دنیا کو زیر کر لیتا ہے ؛

لیکن دولتمند اور مفلس دونوں کے لئے ناپسندیدہ صورتیں پیش آتی رہتی ہیں۔ اور دولتمند مفلس کی نسبت اکثر خوشی سے زیادہ تر محروم رہتے ہیں۔ اور اب ہم دیکھتے ہیں کہ خوشی بیرونی امداد یا ظاہری ملکیت پہ موقوف نہیں ہے۔ بلکہ اندرونی زندگی پہ منحصر ہے ؛

اپنے باطن کو پاک وصاف بناؤ اور اپنی طبیعت کو قابو میں رکھو۔ خواہ تمہیں افلاس ستائے۔ خواہ دولت تمہارے لئے وبال ہو۔ خواہ بہت سی مصیبتیں۔ رنج اور تکلیفیں تمہیں بُری معلوم ہوں جان لو یہ سب تمہاری اندرونی خود غرضی سے ظہور میں آئی ہیں پس تم ان سب پر غالب آجاؤ گے اگر تم خود غرضی کو چھوڑ دو گے۔ قانون ابدی کے مطابق گذشتہ خیالات اور افعال کا کام کر رہے ہیں اور اُن کا کفارہ دینا پڑتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنا روپیہ کھو دے یا اپنے رتبہ سے گر جائے تو اُس نے اپنے اعمال کی سزا پائی۔ جیسا بویا ویسا کاٹا لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ شخص اپنی ہمت بھی ہار دے۔ یا اپنی راستبازی اور دیانتداری کو بھی

چھوڑدے۔ سچ پوچھو تو انہیں سبب یعنی ہمت اور استقلال۔ دیانت داری اور راستبازی ہی میں اُس کی دولت طاقت اور خوشی موجود ہے۔ جو شخص خودی یا خود غرضی کو اختیار کرتا ہے وہ خود اپنا دشمن ہے جو شخص خودی کو چھوڑ دیتا ہے وہ خود اپنا نجات دہندہ ہے۔

کامیابی کی کنجی

ڈاکٹر سی۔ آر۔ تنیجہ ارجن نگر۔ گوڑگاؤں

کاشتکار۔ زمیندار۔ دکاندار۔ اہلکار۔ عیالدار سب چاہتے ہیں کہ ہمیں اپنے کاروبار میں کامیابی ہی کامیابی ملے۔ مگر کامیابی کے راز کو وہ جانتے نہیں یا جانتے ہوئے بھی عمل نہیں کرتے کہ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی۔ سنئے! قدرت کا یہ ایک اٹل قانون ہے جیسی نیت ویسی مراد۔ نیت کے آدھار پر کامیابی کا دارومدار ہے بُری نیت سے کیے ہوئے کرم کا پھل بُرا ہی ملتا ہے۔ اور اچھی نیت سے کئے گئے کام کا اچھا پھل ملتا ہے مگر ڈر ہے کہ نیک نیت بننے کے لئے زیادہ قابلیت درکار نہیں کیونکہ نیت اور شے ہے قابلیت اور شے ہے نیت کا تعلق ضمیر سے ہے ضمیر آتما کو کہتے ہیں۔ اچھی یا بُری نیت دھارن کرتے وقت ہمارا دل گواہی دیتا ہے دل الارم دیتا ہے کہ فلاں کام میں میری نیت صاف نہ تھی پھر خوبی یہ ہے کہ ہماری نیت کا عکس دوسرے کے دل پر بھی فوراً پڑ جاتا ہے۔ دل کو دل پہنچاتا ہے ثبوت یہ ہے کہ دونو طرف ایک ہی آتما کام کر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ دوسرے شخص کو فوراً پتہ چل جاتا ہے کہ اس شخص کی نیت میں فرق ہے یہاں تک کہ چھوٹی عمر کے بچے بھی دوسرے کی نیت کو پہچان جاتے ہیں۔ وجہ صاف ہے کہ وہ دل سے پیار کرنے والے کے ساتھ فوراً پیار کرتے ہیں۔ اور جن کے دل میں اُن کے لئے سچا پیار نہیں بچے فوراً بھانپ جاتے ہیں اور ان کی طرف مائل نہیں ہوتے جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ کہ چھوٹی عمر کے بچوں کے ساتھ سانپ کھیلتا ہے اُن کو کوئی ایذا نہیں پہنچاتا کیونکہ سانپ کے دل میں احساس ہے کہ یہ بچہ میری طرف کوئی بُرا ارادہ نہیں رکھتا۔ اُسے پورا اطمینان ہے کہ بچے کی نیت اس کے حق میں بُری نہیں۔ اس لئے سانپ بچے سے پیار کرتا ہے۔ برعکس اس کے جوان آدمیوں کو سانپ فوراً ڈنک مارتا ہے جوان آدمی جونہی سانپ کو دیکھتے ہیں۔ فوراً ان کے دل میں اُسے مارنے کا خیال پیدا ہو جاتا ہے اُن کا یہ بھاؤ سانپ پر بھی اپنا اثر ڈالتا ہے اور وہ آگے بڑھ کر اُس آدمی کو فوراً ڈس لیتا ہے۔ جیسی نیت ویسی مراد۔ نیت کا نیک ہونا من کا آخری تپ ہے جس کام میں بھی انسان ہاتھ ڈالے جس کام کا بھی وہ ارادہ کرے اور جن باتوں کا بھی سنکلپ کرتا اُسے لازم ہے کہ وہ اپنی بھاؤنا کو شُدھ رکھے۔ نیک نیتی سے ہی تمام کام

سرانجام دے۔ ہر فرد بشر اپنی نیّت کی کمائی کھاتا ہے۔ جس نیّت سے وہ کوئی کام کرتا ہے اُسی قسم کا ہی اُسے پھل ملتا ہے۔ نیّت ہی انسان کے اعمال کا بیج ہے۔ آم کا بیج بونے سے آم ملتے ہیں نہ کہ نیم کے کڑوے تخم۔ گیہوں بونے سے گیہوں ملے گا۔ جَو نہیں ملتے۔ ایشوری قانون ہے۔ جیسا کریگا ویسا بھریگا۔ نیّت ہی ہر کام کا بیج ہے اور بیج کے مطابق ہی درخت کی شاخیں پتے اور پھل لگتے ہیں۔ کہاوت ہے کہ نیّت کشتی ہے۔ نیک نیّت آدمی گویا اچھی کشتی پر سوار ہے جو اُسے ضرور کنارے پر صحیح سلامت پہنچا دے گی۔ بُری نیّت والا شخص گویا بوسیدہ کشتی پر سوار ہے جو اُسے ڈبو دے گی۔ اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ کاروبار میں منافع ہو یا ہماری خواہش ہے کہ اس سنسار روپی ساگر سے پُرامن طور پر پار ہو جائیں۔ تو لازم ہے کہ نیک نیّت بنیں۔ اپنی بھاونا کو زندگی بھر شدھ رکھیں نیّت صاف ہے تو بیڑا پار ہے ورنہ آدمی غرق در منجدھار ہے تمام گرنتھ پکارتے ہیں کہ شدھ بھاونا سے تو ایشور کی پراپتی میں کبھی دیر نہیں لگتی۔ شدھ نیّت میں سدا سکھ ہے۔

جوگ ساگر

مصنفہ حضرت غلام جیلانی صاحب آنجہانی ——— مرسلہ پنڈت ہربنس لال شرما نکودر

گوپی چند کی بہن کا اُس کے گورو سے اُپدیش لینا

پرشنوں کا اُتر

• خدا کی جستجو میں عقل کا محو ہو جانا۔ یہ شم ہے
• اندریوں کا سنجم کرنا یعنی حواسوں کا روکنا۔ یہ دم ہے۔
• گرمی اور سردی سہہ جانا اور تکلیف کے موقع پر نہ گھبرانا۔ دھیرج ہے، وقت کاٹنا یہ تتکشا ہے۔
• زبان اور عضو تناسل کا جیتنا یہ دھرتی ہے۔
• حاجتمندوں کی حاجت براری۔ یہ پرم دان ہے۔
• کامنا کا تیاگ من اور اندریوں کا روکنا اور اپنے دھرم میں ساودھان رہنا یہ تپ ہے۔
• سوبھاؤ کا جیتنا۔ یہ سورتا یعنی بہادری ہے۔
• کاموں کو اپنی طرف نسبت نہ دینا اور کسی کرکے اُسکے اثر کی اُمید نہ رکھنا اسکو تیاگ کہتے ہیں۔
• پرانایام یعنی سانس کا روکنا۔ یہ پرم بل ہے۔
• ایشور کی بھگتی پرم لابھ ہے۔
• ایشور کو جو بھاوے اُسے قبول کرنا۔ یہ بڑی دولت ہے۔

• خدا کے رازوں کو سمجھنا۔ یہ ودّیا ہے۔
• دُکھ سُکھ سے بے نیاز ہونا۔ یہ پرم سُکھ ہے
• بندھ اور موکش کے سمجھنے والا۔ پنڈت ہے
• جسم کی قید میں پھنسے رہنے والا۔ مُورکھ ہے
• لذات میں جو خواہش ہے۔ یہ پرم دُکھ ہے
• خدا کی محبت کا پختہ ہو جانا۔ یہ مذہب ہے
• ست گُن کا اُدے ہونا۔ اُسکا نام سورگ ہے
• تموگن کا اُودے ہونا۔ یہ نرک ہے۔
• ایشور۔ پرماتما اور گورو۔ رشتہ دار ہیں۔
• منش کا سریر جو ہے۔ یہ گریہہ ہے۔
• چت کی بے قراری جو ہے۔ یہ اَینتھ (بڑا مذہب) ہے
• برتھا نہ بولنا۔ ہمیشہ ست بات کہنا۔ یہ مَون یعنی خاموشی ہے۔
• سنتن کے بچن شروَن کرنے سے اگیان کا ناش ہوتا ہے۔
• اور منن یعنی مان لینے سے بھرم کا ناش ہوتا ہے۔ ندھیاسن یعنی بچار سے دُوئی کا ناش ہوتا ہے۔

اپنے سٹیشن کو صاف ستھرا رکھیے

• اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آس پاس کی صفائی سے کسی شخص کے کیریکٹر کا پتہ چلتا ہے۔ اور اس سے ہمارے برتاؤ میں تبدیلی آتی ہے۔ اور اس سے ہمیں خوشی حاصل ہوتی ہے۔

• ہم اپنے گھروں کو صاف ستھرا رکھتے ہیں۔ ایسے ہی ہم پبلک جگہوں کو کیوں نہ صاف ستھرا رکھیں۔

• ریلوے پلیٹ فارموں پر — ویٹنگ روم اور گاڑی کے ڈبوں میں اور جہاں کہیں بھی لوگ زیادہ تعداد میں جمع ہوتے ہیں۔ ان تمام جگہوں کو صاف ستھرا رکھنا نہایت ضروری ہے

• ہم نے ریلوں کی صفائی کے لئے ایک مہم کا آغاز کیا ہے جس کے خاطر خواہ نتائج نکلے ہیں۔ اب ریلیں دیکھنے میں بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ پھر بھی ہم محسوس کرتے ہیں۔ کہ ابھی کافی کچھ کرنا باقی ہے مزید بہتری لانے کی خاطر ہم لگاتار جد و جہد کرتے رہیں گے۔

• آپ بھی ریلوے کی مدد کر سکتے ہیں۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ آس پاس کا علاقہ ٹھیک اور صاف ستھری حالت میں ہے۔ آپ سٹیشن اور آس پاس کی جگہوں کو صاف رکھیئے۔ آپ ریلوے کے صفائی کرمچاریوں کو استعمال میں لائیے۔ وہ آپ کی خدمت کے لئے موجود ہیں۔

• آپ خود بھی کوئی چیز کوڑا کرکٹ ڈالنے کے لئے مخصوص ڈبوں کے علاوہ ادھر ادھر کہیں نہ پھینکیں۔ آپ کا یہ سادھارن عمل ہمیں آپ کی زیادہ سیوا کرنے میں سہائیک ہوگا۔

ریلوے آپکی اپنی پراپرٹی ہے اسکو صاف ستھرا رکھیے

ناردرن ریلوے

RO- NO 64 DATE 9.7.76

مہرشی پتنجلی کا

اشٹانگ یوگ (مسلسل)

مترجم منشی سورج نرائن مہر

باب چہارم
یموں اور نیموں کا فلسفہ

پہلی فصل یموں اور نیموں کی غرض

یم اور نیم شرح اور عملی طور بیان ہو چکے۔ آؤ۔ اب یہ دیکھنا شروع کریں کہ اشٹانگ یوگ کے پہلے دو انگ انہیں کیوں قرار دیا ہے چونکہ سب سے مقدم انہیں رکھا گیا ہے۔ اس تقدیم کی غرض بھی خاص ہی ہونی چاہیئے۔ اس فصل میں بچار یعنی یہی کیا جائیگا۔ کہ جن اخلاقی رذائل سے بچنا اور جن اخلاقی فضائل پر چلنا بھگوان پتنجلی سکھاتے ہیں۔ وہ حقیقت میں کیسے وقیع رذائل و فضائل ہیں۔ اور ضبط نفس میں کیا وقیع کام دیتے ہیں۔ پس ان کا فلسفہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئیے۔ آسانی کی نظر سے میں یم اور نیموں کی فہرست یہاں پھر دیتا ہوں۔ اور ان کے معنی بھی لکھتا ہوں۔

یم کے معنی ہیں۔ روکنا اور نیم کے عہد باندھ کر باقاعدہ طور سے کسی کام کا روزمرہ کرنا۔ یم میں من کو کسی خاص بات سے روکا جاتا ہے۔ نیم میں کوئی خاص بات کی جاتی ہے۔ یم منفی ہے نیم مثبت اخلاقی تعلیم بھی ہمیشہ دو ہی طرح کی ہوا کرتی ہے۔ ایک منفی دوسری مثبت۔ آدمی سے یہ کہنا کہ جھوٹ نہ بول منفی تعلیم ہے۔ یہ کہنا کہ سچ بولا کر مثبت تعلیم ہے۔ دونوں کی غرض یہ ہے کہ اُسے نفس پر قدرت حاصل ہو۔ وہ من کا غلام نہ بنا رہے بلکہ اس کا حاکم ہو جائے جس کے حکم کے مطابق وہ چلا کرے۔

بھگوان پتنجلی نے پانچ یم مقرر کئے ہیں۔ جو مندرجۂ ذیل ہیں۔ اہنسا[1] یعنی کسی کو آزار نہ پہنچانا ستیہ[2] یعنی جھوٹ سے بچنا۔ استیہ[3] یعنی چوری نہ کرنا۔ برہمچریہ[4] یعنی جذبات شہوانی سے پرہیز کرنا۔ اپریگرہ[5] یعنی بجز ... [illegible] ... ساز و سامان دنیوی کے فراہم کرنے کے فکر و اذکار میں مصروف نہ رہنا۔ غور کیا جائے۔

تو یہ پانچوں روکیں اس قسم کی ہیں۔ کہ اخلاق کی روح رواں ہیں۔ زیادہ تر آدمی انہیں رزائل کے شکار ہوکر دنیا میں دکھ بھی دکھ اٹھاتے رہتے ہیں۔ جہاں جایئے اور جدھر نظر مار کر دیکھیئے۔ زیادہ تر شکایتیں وہی طبیعتی جوان بیوں سے متعلق ہیں۔ اگر ہم یہ عادت ڈال لیں کہ اپنے برتاوے میں ان پانچ دکھ دینے والی چیزوں سے بچیں۔ تو ہماری زندگی بڑی خوشی اور فارغبالی کی زندگی ہو سکتی ہے۔

یہ تو یم تھے۔ نیم یعنی جن فضائل اخلاق پر چلنا ہے۔ انکی تعداد بھی بھگوان پتنجلی پانچ ہی رکھتے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔ شوچ یعنی من کرم بچن صاف و پاکیزہ رکھنا۔ سنتوش یعنی سامان دنیا میں جو کچھ اپنے پاس ہے اس پر قناعت کرنا۔ تپ یعنی بچار یا کوئی خاص یوگ ابھیاس کرتے رہنا۔ ایشور پر ندھان یعنی اپنے کام ایشور پر چھوڑنا اور اس کے رحم و کرم پر بھروسا رکھنا۔ یہ پانچوں نیم صرف اعلٰے درجے کے فضائل اخلاق ہی نہیں ہیں۔ بلکہ وہ امور ہیں جن پر عمل کرنے سے آدمی روحانیت میں دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتا ہے۔

اوپر کی بحث کا ماحصل یہ ہے کہ آدمی کو پانچ تو روکیں اپنے واسطے قائم کرنی چاہئیں۔ اور پانچ باتیں عہد باندھ کر روزمرہ کرتے رہنا چاہیئے۔ جس طرح ان پانچوں یموں اور نیموں پر عمل کرنا چاہیئے۔ جو جوان میں سے ہر ایک کے فائدے ہیں۔ جس جس معراج پر یہ پہنچاتے ہیں۔ ان کا مفصل بیان ہر ایک کے خاص مضمون میں آچکا۔ یہاں یہ ہیئت مجموعی اتنا خیال رکھنا چاہیئے کہ من بے لگام گھوڑا ہے۔ یم اس گھوڑے کی باگ روکتے ہیں۔ اور نیم اس سڑک پر لے جاتے ہیں۔ جس پر چلانا مقصود و منظور ہے۔ پس جو شخص یم اور نیموں کی پابندی کرتا ہے۔ یوں سمجھو کہ وہ برائیوں سے ہٹتا ہے اور بھلائیوں پر چلتا ہے۔ اس کا ایک بڑا بھاری فائدہ تو یہ ہوگا۔ کہ وہ اخلاق سے بہرہ حاصل کریگا اور دوسرا یہ کہ من پر قابو پائیگا۔ آہستہ آہستہ تدریجی مشق سے اسے یہ قدرت حاصل ہو جائیگی۔ کہ من کا بے لگام گھوڑا جدھر چلنا چاہے۔ اس طرف سے اسے روکے۔ اور جدھر آپ اسے لے جانا چاہیں آسانی کے ساتھ لے جا سکیں۔ اسی واسطے یموں اور نیموں کی پابندی باندھی گئی ہے۔ من پر قابو پانا یوگ یا سمادھی کی شرط اول ہے اس پہلے زینے پر اس واسطے چڑھتے ہیں۔ کہ یہاں قدم جم گیا تو اور اوپر چڑھینگے اور آخر سمادھی کے بام بلند پر پہنچ جائیں گے۔ جو یوگ کے تمام ابھیاسوں کی معراج ہے۔

پس یم نکو روکوں یعنی قید و بند کے نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ نہ نیموں کو کھڑاگ۔ اور تکلیف وہ عہد خیال کرنا چاہیئے۔ بلکہ ہمت سے کام لے کر ہوتے ہوتے بتدریج اور آہستہ آہستہ ان پر عمل کرنا سیکھو شروع میں من گھبرا کر بھاگیگا مگر اس بے لگام گھوڑے کو بھاگنے نہ دو۔ بلکہ جس طرح دانا استاد بچے کے دقتوں کا خیال رکھ کر ہوتے ہوتے اس سے کام لیتے ہیں اور راہ پر لگالاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ علم کا شوقین اور شایق بن جاتا ہے۔ اسی طرح ہر طرف سے ہر پھر کر یموں اور نیموں کی پابندی من سے کراؤ۔ شروع میں ناکامی سے گھبراؤ نہیں۔ بلکہ ہر ناکامی تمہارے لئے تازیانہ ہونی چاہیئے۔ اس سے ہمت گھٹنی نہیں چاہیئے۔ بلکہ اور بڑھے اور ترقی روز افزوں کرتی چلی جائے۔ یہاں تک کہ اس پابندی کی عادت ہو جائے۔ پھر راستہ صاف ہے۔

ہم جس طرح سے زندگی کے معمولی کاموں میں یم اور نیموں کے پابند ہیں۔ مثلاً روز وقت پر کھانا کھاتے ہیں پیٹ پالنے کی غرض سے نوکری یا حرفت و تجارت وغیرہ کرتے ہیں۔ رات کو سوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح اگر دھارمک کاموں میں سے ایک یا دو یا زیادہ کو زندگی کا دستور العمل بنالیں۔ اور نیم کر کے عملدرآمد کیا کریں۔ تو اس کی برکت سے کیا کچھ نہیں کر سکتے اور بتدریج ترقی کے کس بام بلند پر چڑھ نہیں سکتے۔ پہلے لوگ اِس قسم کے نیموں کے پابند تھے۔ اس واسطے اُنہیں نفس پر قدرت رکھنے کی عادت ہوتی تھی۔ آجکل آزادی کا زمانہ ہے لوگ دھارمک نیم باندھتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ کیا تماشے کی بات ہے کہ یہ آزادی پسند لوگ دھارمک نیموں کی پابندی کو تو جو مدارج اعلٰے پر پہنچاتی ہے۔ قید سخت شمار کرتے ہیں۔ مگر فضول باتوں کے نیم باندھ کر ان کی اور کبھی قید سخت میں گرفتار رہتے ہیں۔ ایک سگار پینے کی عادت کا شکار ہے دوسرا شراب یا سوڈا واٹر وقت مقررہ پر ضرور پیتا ہے۔ کسی سے گوشت کھائے بغیر روٹی نہیں کھائی جاتی۔ کوئی چا، یا قہوے وغیرہ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر ان فضول عادات کو چھوڑا جائے۔ تو کیسے فائدے کی بات ہے عادت ڈالنے میں دقت صرف شروع میں روبکار ہوتی ہے۔ بتدریج ہوتے ہوتے جہاں کثرت مزاولت سے عادت مستحکم ہوگئی تو پھر مشکل سے مشکل کام نہایت سہل اور آسان ہوجایا کرتا ہے پس میری استدعا ہر شخص سے ہے کہ بھائی اگر اس دُنیا اور عقبےٰ کی بہتری چاہتے ہو تو دھرم کے رستے چلو۔ دھرم کے اصولوں کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ اور نیم کر کے اُن پر عملدرآمد رکھو۔

بھگوان پتنجلی نے اپنے پانچ یم اور پانچ نیم مقرر کئے ہیں۔ اُن پر عملدرآمد کرو۔ ورنہ دھرم کے اور بھتیرے یم نیم ہوسکتے ہیں۔ اُنہیں اپنا دستور العمل بنالو اور سعی و کوشش سے ان پر عملدرآمد کر کے یہ قدرت اپنی ذات میں بہم پہنچالو کہ تم نفس پر قابو پاؤ۔ نہ یہ کہ نفس تم پر قدرت پائے اور تم اس کے غلام بنے رہو کسی قسم کے یم یا نیم کیوں نہ ہوں۔ سب کی اصل اصول اور بڑی بھاری غرض یہ ہے کہ آدمی من کا محکوم نہ رہے بلکہ اس کا حاکم بن جائے:؛

یموں اور نیموں کے باندھنے کی ایک اور بھی بڑی بھاری غرض ہے۔ یوگ میں من کو روک کر خاص طریقوں پر چلایا جاتا ہے۔ تو من کی مخفی قوتیں جن کا اظہار پھیلا ؤ ہونے کی وجہ سے عوام الناس کو نہیں ہوتا یوگی کی صورت میں ظہور پاتا ہے۔ انہیں کو سدّھیوں اور شکتیوں کا نام دیا جاتا ہے۔ جس شخص میں یہ سدّھیاں یوگ کی برکت سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنے ہم جنسوں سے زیادہ طاقتور بن جاتا ہے سائنس میں جو روزمرّہ نئی نئی دریافتیں اور ایجادیں ہو ہو کر قوائے قدرت کو بس میں لایا جارہا ہے یہ سب من کو یکسو کرنے ہی سے ہوا ہے۔ بہت سے کرم یوگی اپنے کمروں میں دھیان جما کے بیٹھتے ہیں۔ اور اسی دھیان جمانے یا من کو یکسو کرنے سے وہ باتیں دریافت کر لیتے ہیں جو ہر شخص کا حصّہ نہیں ہیں۔ بعینہ یہی حال یوگی کا ہوتا ہے توجہ یکسو کرنے سے اُسے خاص سدّھیاں اور شکتیاں حاصل ہوجایا

کرتی ہے۔ اب اگر وہ ان طاقتوں کو دنیا کی فیض رسانی میں عمل میں لایا تو اس سے اچھا کوئی آدمی نہیں۔ اس کے برعکس اگر خودی و خود غرضی سے اس نے انہیں اپنے فائدے اور اوروں کی نقصان دہی میں لگایا تو اس سے بڑا اور کوئی شیطان نہیں ؛

اب یم اور نیم کا فائدہ تم اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔ نظام عالم اصول اخلاقی کے برتاؤ سے قائم ہے اگر ان پر عملدرآمد نہ ہو تو آج تمام انتظام درہم برہم ہو جائے۔ اگر سدھیاں اور شکتیاں ایسے آدمیوں کے ہاتھ پڑیں جو جادۂ اخلاق سے منحرف ہیں۔ تو وہ خود انہیں اور اوروں کو نقصان پہنچائینگی۔ اور بجائے فائدہ و فیض اُلٹی نقصان دہ ثابت ہوں گی۔ اس واسطے شروع ہی سے ایک طرف تو اخلاقی روکیں رکھی گئی ہیں جو آدمی کو بُرائی سے روکیں اور دوسری طرف وہ اخلاقی عہد باندھے گئے ہیں۔ جو اُسے بھلائی پر چلائیں۔ یم اُسے روکتے ہیں۔ اور نیم اُس سے کام کراتے ہیں۔ دونوں کے ذریعے سے وہ مشق پیہم اور مداولت سے ایسا نیک اُٹھیگا کہ یوگ سے خود اس کی روحانی ترقی بھی متصور ہوگی۔ اوروں کو بھی فیض پہنچے گا۔ اور اس کی زندگی تمام دنیا کے لئے مبارک ثابت ہوگی۔ مبارک ہیں۔ وہ پوتر آتمائیں جو ان اغراض کو مدِنظر رکھ کر یوگ کے راستے پر گامزن ہوتی ہیں۔ اور اپنی زندگی کو اپنے واسطے اور اوروں کے لئے مفید بناتی ہیں ؛

ॐ

آؤ دوست

شری آنند کپور، مانک پورہ دلی۔۵

آؤ دوست آپ ہی اپنی نگہبانی کریں
روزمرہ کے اعمالوں پر نظر ثانی کریں

نیک و بد افعال کی پڑتال کر کے دوستو
خامیوں کو دور کرنے کی مہربانی کریں

آپ ہی اپنی کریں تنقید غیروں کی طرح
دوسروں کے اچھے کاموں کی ثنا خوانی کریں

جھوٹ و دغا فریب کا پردہ کر کے چاک چاک
انصاف کا پرچم لہرائیں حق کی حکمرانی کریں

نفس امارہ کو کر کے زیر آؤ عمر بھر
نیکیوں کے ملک پہ دن رات سلطانی کریں

بھول جائیں گر کسی نے کی برائی ہو کبھی
دوسروں کی بات پر ہم کیوں پریشانی کریں

ایک بیوہ کے دیئے سے جل گیا قصبہ تمام
آؤ ہم آہ یتیماں کی ترجمانی کریں

بیغرض خدمت خلقت کم عبادت سے نہیں
بے سہارا بے نوا لوگوں کی اگوانی کریں

چھوڑ کر آنند روحانی شعاعیں عمل سے
اپنے اس خاکی بدن کو آپ نورانی کریں

ادم آنند

سکھ پراپتی کے سادھن

مسلسل قسط سوئم

شری کانشی رام جی چاولہ

سیر بھی ایک اچھی ورزش ہے لیکن ایک تو اس میں وقت زیادہ لگتا ہے دوسرے عام طور پر لوگ اکٹھے ملکر سیر جاتے ہیں۔ اس سے بہت سمے تو گپ شپ میں ہی نکل جاتا ہے اس لئے سیر ٹھیک طور پر نہیں ہوتی۔ دوسرے اکٹھے ہوئے آدمی آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔ اس سے سیر کا پورا فائدہ بھی نہیں پہنچتا۔ اس لئے اگر سیر کرنی ہو تو آدمی اکیلا جائے اور رفتار کو تیز رکھے۔ ساتھ ہی وہ پربھو سمرن بھی کر سکتا ہے یا کسی وشے پر گہرائی سے وچار کر سکتا ہے۔ ایک اور بات بھی ہے کہ سیر سدا کی بھی نہیں جا سکتی۔ کیونکہ کبھی تو سخت سردی ہوتی ہے اور کبھی سخت گرمی۔ کبھی اندھیری آجاتی ہے اور کبھی تیز بارش۔ کنتو یوگ کے سادھارن آسن اور ہاتھ پاؤں کی ورزش اور پرانا یام تو ہمیشہ گھر پر ہی کئے جا سکتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا لگتا ہے۔

بہرحال سیر یا ورزش اور پرانا یام جسم کی تندرستی کے لئے ہر آدمی کو ہر عمر میں کچھ نہ کچھ کرنا ضروری ہے پربھو نے مجھ سے بہت سی پستکیں لکھوائی ہیں۔ ان میں ایک پستک ہندی میں لکھی ہوئی اس وشے پر ہے کہ استری پرش کو ۵۰ ورش کی آیو کے بعد کیسے رہنا چاہئے۔

جسم کو ٹھیک رکھنے کے لئے ایک اور بھی بہت زیادہ ضروری بات ہے۔ اور وہ ہے برہمچریہ کا پالن کرنا شاستروں اور داناؤں نے اس وشے پر بہت زور دیا ہے اور اسکی مہانتا کو درشایا ہے اتھرووید میں لکھا ہے۔

ब्रह्म चर्येण तपसा देवा मृत्युमुपाघ्नत ॥ 11-15-19

ارتھ - برہمچریہ روپی تپ سے ستوگنی پرش موت کو بھی پرے ہٹا دیتے ہیں ایک اور شاستر کہتا ہے۔

मरणं बिन्दु पातेन जीवनं बिन्दु धारणात ॥

ارتھ - ویریہ کا ناش کرنا موت کو بلانا ہے اور اس کو سنبھال رکھنا زندگی کو سنبھال رکھنا ہے۔ شری بھگوت گیتا میں بھی فرمایا ہے۔

ब्रह्मचारि व्रते स्थित: ॥ 6-14

ارتھ - سادھک برہمچریہ کا برت دھارن کرے۔ ایک ہندی کوی نے کہا ہے۔

رشیوں نے برت برہمچریہ کو سمجھانا ॥ سکل برتوں کا اسے سرتاج بکھانا

یہ ور برت جو نر مہان دھیان سے پالے ॥ سنگھ سدرش وہ گرجے سداروگوں کو کھائے

ایک وچاروان سجن کا کہنا ہے کہ مہاپرشوں نے برہمچریہ کے برت کو دوسرے تمام برتوں سے زیادہ اچھا مان کر اس کا آدر کیا ہے جو بھی اُتم پرش پورے دھیان سے اس برت کا پالن کریگا وہ پوری شکتی اور بھی پاکر شیر کی طرح گرجتا رہیگا۔ اور کوئی بھی روگ اس کے نکٹ نہیں آئیگا۔ برہمچریہ کا وِشے بڑا وِیاپک ہے اس پر تو کتابوں کی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور لکھی جا سکتی ہیں۔ اس بھاشن میں تو اشارہ ماتر ہی کہا جا سکتا ہے برہمچریہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان کنوارا رہے۔ ہاں جو بال برہمچاری رہنا چاہے اور رہ سکے تو یہ بڑی اُتم بات ہے۔ لیکن شادی شدہ یعنی ووا ہیت لوگ بھی ودھی پوروک اِس کا پالن کر سکتے ہیں۔ رشی لوگ شادیاں کرتے تھے۔ پھر بھی انہوں نے اُچ کوٹی کے شاستر لکھے۔ مہاراج شری رام چندر شری کرشن۔ گورونانک جیسے مہاپرشوں نے بھی شادیاں کیں۔ اور پھر بھی انتی مہانتا پراپت کی۔ اس وِشے میں گرہستی کو کیسے رہنا چاہیئے۔ اِس کے لئے اچھی اچھی پسنکوں کا سوادھیائے کرکے برہمچریہ کا برت ضرور پالن کرنا چاہیئے۔ تبھی وہ اپنے شریر کو سوستھ رکھ سکتا ہے۔ یہاں تک تو شریر کو ٹھیک رکھنے کے لئے یہ کچھ تھوڑی سی ضروری باتیں سنکیپ سے بتائی ہیں۔ کہ ایک تو خوراک کا پورا دھیان رکھا جائے یعنی نہ تو غلط چیزیں کھائی جائیں۔ اور نہ ہی ضرورت سے زیادہ۔ دوسرے جسم کو کام کاج کرنے اور ورزش وغیرہ کے دوارا پھرتیلا اور لچیلا رکھا جائے۔ تیسرے اِس کو بلوان بنانے کے لئے برہمچریہ کا پالن کیا جائے۔ جو نیم اس وقت تک بتلائے گئے ہیں عام طور پر لوگ ان کو اکثر جانتے ہیں۔ لیکن وہ جانتے ہوئے بھی ان پر عمل نہیں کر سکتے کیونکہ وہ زبان کے چسکے کا شکار ہوتے ہیں۔ اور اپنی وشے واسنا پر قابو نہیں پا سکتے ہیں۔ شریمد بھگوت گیتا میں

आत्मैव ह्यात्मनो बन्धुरात्मैव रिपुरात्मनः ॥

شری کرشن نے فرمایا ہے۔

(۵-۶) ارتھ۔ منشیہ اپنا آپ ہی متر ہے اور اپنا آپ ہی ویری ہے۔ آگے فرمایا ہے کہ کون اپنے آپ کا متر ہے اور کون شترو ہے۔ لکھا ہے کہ

बन्धुरात्मात्मनस्तस्य येनात्मैवात्मना जितः ।
अनात्मनस्तु शत्रुत्वे वर्तेतात्मैव शत्रुवत ॥ 6-6

ارتھ۔ وہ منشیہ اپنے آپ کا متر ہے کہ جس نے اپنے آپ کو قابو میں رکھا ہوا ہے۔ کنتو جس نے اپنے آپ کو اپنے وش میں نہیں رکھا وہی خود اپنا دشمن ہے۔

اس لئے ہم سب کو سکھی بننے کے لئے اپنے آپ کو سنیم میں رکھ کر اپنا متر بنانا ہوگا۔ نہیں تو ہم آپ ہی اپنے ویری بن کر اپنے سکھ کا ناش کرکے دکھوں کے جال میں پھنسے رہینگے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دکھ سکھ تو پراربدھ کی بات ہے منشیہ کے کرم میں اگر سکھ لکھا ہے تو سکھ ملیگا۔ اور دکھ لکھا ہے تو دکھ پائیگا۔ پراربدھ سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن سوچنا چاہیئے۔ کہ پراربدھ ہے کیا شے۔ وہ ہمارے پچھلے کرموں کا پھل ہی تو ہے۔ اگر ہمارے پہلے کئے ہوئے کرموں نے ہماری پراربدھ بنائی ہے تو ہم اب اپنے اچھے اور شبھ کرموں اور ساودھانی یا احتیاط

دیکھنے سے اس میں اُلٹ پھیر بھی کر سکتے ہیں۔ اس لئے قسمت قسمت کہہ کر دکھ بھوگتے رہنا اگیان ہے پرکرتی کے نیموں کی ناسمجھی ہے۔ اگر پرابدھ کوئی شے ہے تو پرشارتھ بھی کوئی چیز ہے۔ اگر ایک طرف تقدیر ہے تو دوسری طرف تدبیر بھی ہے۔ پرابدھ اور تقدیر کی رٹ لگانے والے کہتے ہیں۔

کیا فائدہ سر لاکھ زمین پر رگڑے کوئی۔ پیشانی کا لکھا کبھی زائل نہیں ہوتا۔ لیکن تدبیر کے قائل گرج کر کہتے ہیں۔

پست ہمت رونے رہتے ہیں سدا تقدیر کو — صاحب ہمت ہمیشہ کرتے ہیں تدبیر کو

شری گیتا جی میں جگہ جگہ پر کرم کرنے رہنے کی تاکید ہے۔ ارجن جس وقت موہ میں آکر میدانِ جنگ میں ہتھیار چھوڑ کر بیٹھ گیا۔ تو شری کرشن نے اسے للکار کر کہا کہ اُٹھ اور جنگ کر تو ہیجڑہ نہ بن۔ اس طرح نکمے پن کو بھگوان کرشن نے ہیجڑہ پن کا نام دیا۔ پرمارتھ والے بھاگیہ شالی لوگ اونچے سے اونچے اُٹھ سکتے ہیں۔ اس لئے ایک کوی نے کہا ہے۔

نہ شاخِ گل ہی اونچی ہے نہ دیوارِ چمن بلبل — تری ہمت کی کوتاہی تری ہمت کی پستی ہے

اس لئے پرشارتھ سے کام لیکر اپنے آپ کو سکھی بنانا چاہیئے۔

پیشتر اس کے کہ میں اگلی بات شروع کروں ایک دو شبد پرانایام کے سمبندھ میں کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ پرانایام جیسے کہ میں نے نویدن کیا ایک بہت اچھی ورزش ہے۔ یہ نہ صرف شریر کو ہی لابھ پہنچاتا ہے بلکہ من کو بھی شانت بنانے میں سہائی ہوتا ہے اور ساتھ ہی ادھیاتم گیشتر یعنی پربھو پراپتی کا بھی ایک اُتم سادھن ہے۔ پرانایام کئی پرکار کے ہیں۔ ایک تو سادھارن ہوتا ہے اور باقی وشیش پرکار کے ہوتے ہیں۔ وشیش پرکار کے پرانایام تو کسی انوبھوی پرش کی دیکھ ریکھ میں کرنے چاہیں ورنہ ویسے پرانایام خود بخود کرنے سے ہانی بھی ہو سکتی ہے جس پرانایام کا میں نے اشارہ کیا ہے۔ اور جو میں خود بھی کرتا ہوں۔ وہ سادھارن پرانایام ہے اس کے خود بخود کرنے میں کوئی بھے نہیں ہے۔ اس کی ودھی یہ ہے کہ ہوادار جگہ میں منہ بند کر کے دونوں نتھنوں سے ہوا اندر آہستہ آہستہ کھینچی جائے جب پورا سانس بھر جائے تو پھر اسے اندر ہی کچھ دیر کے لئے روکا جائے۔ اور پھر جس طرح آہستہ آہستہ سانس اندر چڑھایا تھا اسی طرح دھیرے دھیرے باہر نکال دیا جائے اور پھر سانس کو روکا جائے بس یہ ایک پرانایام ہو گیا۔ اس کو بار بار دہرایا جائے۔ سانس کو اندر بھی اور باہر بھی روکنے میں بہت زور نہ لگایا جائے۔ ابھیاس سے سانس زیادہ دیر تک خود بخود رکنے لگتا ہے شروع میں پانچ یا سات منٹ تک یہ ابھیاس کیا جائے۔ پھر اس سمے کو بڑھا کر آدھ گھنٹہ یا اس سے بھی زیادہ عرصہ تک کیا جا سکتا ہے پرانایام بیٹھ کر آسن لگا کر گردن اور پیٹھ کو سیدھا رکھ کر ہاتھوں کو اپنے گوڈوں یعنی زانوؤں پر رکھ کر کیا جائے۔ سو زیادہ مفید ہوتا ہے کیونکہ اس طرح سانس پوری طرح اندر پھیل جاتا ہے۔ لیکن کھڑے ہو کر یا لیٹ کر بھی کیا جا سکتا ہے۔ یا پیٹھ کو دیوار کے یا پلنگ کے سہارے لگا کر بھی کیا جا سکتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ پرانایام یا دوسری ورزش ایک تو ہوادار جگہ میں کئے جائیں اور دوسرے پیٹ بھرا ہوا نہ ہو۔ خالی معدہ سے ان کا ابھیاس کرنا چاہیئے۔ اچھا تو اب چلتے ہیں اگلی بات پر۔ وشیش چل

رہا ہے سکھ پراپتی کا۔ یہ تو پہلے نویدن کیا جا چکا ہے کہ سکھی وہی آدمی رہ سکتا ہے کہ جس کا شریر بالکل تندرست ہو اور من پورن روپ سے شانت ہو۔ شریر کو ٹھیک رکھنے کے لئے کچھ ضروری باتیں اس سے پہلے بتائی جا چکی ہیں۔ اب لیتے ہیں من کی شانتی کو۔ اس سمبندھ میں یہ بات نہ بھلانا چاہئیے کہ من اور جسم کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ من کا دکھی یا سکھی ہونا شریر پر بھی اپنا اثر ڈالتا ہے اور شریر کے دکھ سکھ کا پربھاو من پر بھی پڑتا ہے لیکن دکھی یا سکھی من شریر پر اپنا اثر زیادہ ڈالتا ہے۔ اس لئے من کی شانتی دوہرے روپ سے ادھک اونیک ہے۔ ارتھات من کے اپنے لئے بھی اور شریر کے لئے بھی۔ من کو شانت رکھنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ خوراک سادہ اور ساتوک پرکار کی ہو۔ چٹ پٹی، کڑوی اور شریر میں جوش پیدا کرنے والی خوراک کی چیزیں جہاں شریر میں وکار اُتپن کرتی ہیں۔ وہاں من کو بھی اشانت بناتی ہیں۔ دوسرے پرانایام کا ابھیاس بھی من کی شانتی کا ایک اُتم سادھن ہے ان کے اتیرکت اور بہت سے سادھن ہیں۔ لیکن ان سبھی سادھنوں میں جو سب سے اُتم ہے وہ پہلے نویدن کیا جاتا ہے۔

جیسے کہ پہلے عرض ہوا من کی شانتی سکھی بننے کے لئے ضروری ہے اور شری گیتا جی کا پرمان प्रशान्तस्य कुतः सुखम् ارتھات اشانت پرش کو سکھ کہاں ہو سکتا ہے دیکر اس سدھانت کی پشٹی کی گئی تھی۔ من کی شانتی کے لئے جس مہا اُتم سادھن کا سنکیت میں نے کیا ہے اس کا ورنن بھی شری گیتا جی کے اسی شلوک میں ایا ہے وہ پورا شلوک اس طرح پر ہے۔

नास्ति बुद्धिरयुक्तस्य न चायुक्तस्य भावना।
न चाभावयतः शान्तिरशान्तस्य कुतः सुखम् ॥

اس شلوک کے ارتھ کا سار یہ ہے۔ کہ سکھ اس پرش کو نہیں ہو سکتا جو اشانت ہے اور اشانت وہ پرش ہوتا ہے جس کو بھاونا نہ ہو۔ بھاونا رہت وہ ہوتا ہے جو ایکت ہو۔ ایکت پرش کی بدھی بھی ٹھیک کام نہیں کرتی۔ اس سے ودت ہوتا ہے کہ سکھی پرش وہی ہو سکتا ہے جو یگت ہو۔ ایکت پرش سکھی نہیں ہو سکتا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ ایکت پرش کون ہوتا ہے یگت کا ارتھ ہے جُڑا ہُوا۔ ساتھ لگا ہُوا۔ سمبندھت ہُوا ہُوا۔ تب پرش ہوتا ہے کہ منشیہ کس کے ساتھ جڑے۔ شری گیتا جی نے فرمایا ہے کہ بھاونا بھی یگت پرش میں ہی ہوتی ہے۔ بھاونا اٹھنے کا ستھان ہے ہمارا ہِردے۔ اس لئے جوڑنا بھی من کا ہی ہوتا ہے:: (باقی پھر)

آج کا وِدیارتھی

(پروفیسر ہیرا لال جی چوپڑہ ایم۔ اے)

دُنیا کے مختلف ممالک میں جہاں کہیں بھی حملہ آور وارد ہوتے رہے ہیں۔ اِن کا مقصد اِس سرزمین سے کچھ لینا اور چھیننا ہی رہا ہے کبھی وہ کچھ دینے کے لئے حملے نہیں کرتے رہے۔ ہندوستان کی تاریخ بھی اس امر کی گواہی پیش کر سکتی ہے کہ جب تک۔ اس بھارت ورش کی سرزمینِ پاک بیرونجات کے حملہ آوروں سے محفوظ رہی ہے اس کی دولت عظمت امارت بھی بڑھتی رہی ہے۔ ایّامِ قدیم کی صنعت و حرفت علوم و فنون۔ فلسفہ و مذہب وہ تمام اشیا آج مغرب کے لئے باعثِ حیرت ہیں۔ اور ان کی گہرائی اور حقیقت کی عقیق آج مغرب کے لئے باعثِ صد افتخار ہے۔ لیکن تاریخ جو دوسری بات کی شہادت دیتی ہے وہ یہ ہے۔ کہ تمام خزانہ ایک ہی وقت اور دس بیس سال کے عرصے میں خالی نہیں ہوا۔ بلکہ اس کو کم کرنے کے لئے بھی ہزاروں سالوں کے پیہم حملوں کی ضرورت محسوس ہوتی رہی ہے اور یہ تمام نقصان انیسویں صدی تک بتدریج رہا ہے سکندرِ اعظم سے لیکر انیسویں صدی تک جو بھی حملہ آور ہندوستان میں لُوٹ کی غرض سے آتے رہے ہیں۔ ہندوستان کے فلسفہ کا نقارہ یونان، رُوم اور مصر میں بجتا رہا ہے۔ بعد میں ایران کے حملہ آور بھی ہندوستان کی مالی دولت کے ساتھ یہاں کی کتب مقدّسہ اور دیگر کار آمد تعلیم سے حتی الوسع فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ لیکن یہ بات تعجب انگیز ہے کہ پہلی صدی عیسوی اور اُنیسویں صدی عیسوی کے ہندوستان کا اگر مقابلہ کیا جائے تو بہت کم فرق نکلے گا۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ بیرونی ممالک سے آئے ہوئے بادشاہوں کے اپنے ممالک کے تمدن اس قدر بلند اور ارفع نہیں ہوتے تھے۔ کہ ہندوستان کی پرانی تہذیب کے مقابلہ میں پیش کئے جائیں۔ اور اِن کی تدریج پر کوئی زور دیا جائے چنانچہ "ہر چہ در کانِ نمک رفت نمک شد" کے مصداق جو بھی ہندوستان میں آتے رہے وہ یہیں کی تعلیم و تہذیب کے مقلّد بن گئے۔ اور اسی میں انہوں نے نجات سمجھی کہ ہندوستان کے پُرانے وضع کئے ہوئے قوانین پر عمل کر کے وہ اِس سرزمین میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ورنہ اِن کا گزارہ مشکل ہے لیکن بیسویں صدی کے شروع ہونے پر ہی جو انقلاب ہم دیکھتے ہیں۔ وہ گذشتہ ہزاروں سالوں سے کہیں زیادہ مہلک۔ اور ہلا ہل معلوم دیتا ہے کہ انسان کی عقل حیرت میں گم ہو جاتی ہے سب سے زیادہ اثر جس فرقے پر ہوا۔ وہ طالب علموں کا ہے کہ جو عقل کی خامی کی وجہ سے ہر نئی

رنگ کے دلدادہ ہو جاتے ہیں۔ اور ہر نئے انقلاب کی لہروں میں بہ جاتے ہیں۔ چنانچہ اگر انیسویں صدی کے آخر کے
ایک طالب علم کا مقابلہ آج کے طالب علم سے کیا جائے تو کالے کوسوں کا فرق معلوم ہوگا۔ اور یہ امر مسلمہ ہے کہ
کسی ایک تہذیب کے حقیقی طور پر اگر کوئی علمبردار کہے جا سکتے ہیں۔ تو وہ نوجوان ہیں۔ کیونکہ مستقبل کی تمام اُمیدیں
انہی کے دم سے وابستہ ہیں۔ اِن کے ارادوں اُمیدوں اور عمل کے واسطے جائز طور پہ اگر کوئی میدان پیش کیا جا
سکتا ہے۔ تو وہ حال کا زمانہ ہے۔ نوجوانوں کی عالی حوصلگی اِس بات کا تقاضہ کرتی ہے۔ کہ اِن کے لئے یا تو حال
ہے یا کبھی بھی نہیں۔ نیز اگر زمانہ ماضی اپنی پُرانی داستانیں سُنا سُنا کر زمانہ قدیم کی تاریخ کے اوراق پڑھا پڑھا
کر کسی ایک فرقے کے جوشِ غیرت اور عزم ہمت سے بھر سکتا ہے تو وہ فرقہ نوجوانوں کا ہی ہے۔ یعنی ماضی حال
اور مستقبل تینوں زمانے اگر کسی کے لئے بنے ہیں۔ تو وہ نوجوانوں کے لئے اور یہ نوجوان وہی ہیں جو طالب علم
ہیں۔ یا جو دیارِ تعلیم میں ہیں۔ بسر کر رہے ہیں۔ ایک قوم کی بنیاد اسی کے دم سے قائم ہے۔ اِس قوم کی امارت کا بننا
انہی پر منحصر ہے اور آئندہ اس امارت کا کیا حشر ہوگا۔ یہ انہی نوجوانوں کی تمناؤں اور آرزوؤں سے اندازہ
لگایا جا سکتا ہے۔ آج کل کے طالبعلموں کو دیکھ کر یہ مجبوراً کہنا پڑتا ہے۔

"ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است"

یعنی ہندوستان کی پرانی تہذیب اور سنسکرتی کے مٹانے کے لئے سینکڑوں حملہ آوروں نے بے انتہا کوشش
کی لیکن وہ ناکامیاب رہے۔ اُنہوں نے تلوار کے زور سے تیر کے زور سے اور بندوق کے زور سے اِس کو مٹانا
چاہا۔ لیکن بے مُراد رہے۔ ان تمام امور کو دیکھتے ہوئے حیرت ہوتی ہے کہ جو لامذہبیت اور حُریت تیر و تلوار
اور بندوق سے نہ پھیل سکی مغرب نے نہایت خاموشی سے اپنی لطافتوں اور رنگینیوں کے ذریعے پھیلا دی۔ اور
پُرانی تہذیب اور تمدن کی بلا تشدد بیخ کنی کر دی۔ جب سے مغرب یا مغرب کے طریقہ تعلیم نے ہندوستان میں
رواج پانا شروع کیا ہے۔ ہندوستان کی پُرانی عظمت کے خزانے لُٹتے جا رہے ہیں۔ اور مغرب ہمارے گلے میں پھانسی
کا پھندا لٹکائے ہوئے بھی یہ ظاہر کر رہا ہے۔ کہ ہم کو کوئی بے بہا موتیوں کی مالا بخشی جا رہی ہے۔ لارڈ میکالے جو انیسوی
صدی میں وائسرائے اور گورنر جنرل کی کونسل کے ممبر ہو کر ولایت سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ انہوں نے
لکھا تھا۔ کہ اِن ہندوستانیوں کو بہتر بنانے کا بہترین طریقہ یہی ہے۔ کہ انہیں ان کی پرانی تہذیب سے ہٹا کر اپنی
نئی مغربی تعلیم کا شیدا بنایا جائے۔ چنانچہ یہی کچھ ہوا۔ اور آج ہم بڑے رنج و افسوس کے ساتھ اِس بات کو
دیکھتے ہیں۔ کہ آجکل کے نوجوانوں میں آنند۔ وھار مک اور سماجک زوال بڑے زوروں پر ہے۔ وہ چیز جس
کے حاصل کرنے کے لئے پہلے کے راجے مہاراجے سب کچھ تیاگ دیا کرتے تھے۔ آج اِن نوجوانوں کے پاؤں سے بے تحاشہ
ٹھکرائی جا رہی ہے اور وہ چیز جس کو نہ چھوڑنے کے لئے تمام ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا تھا۔ اور جس کو قائم
رکھنے کے لئے اپنی جان تک بھی بلیدان دے دینا ایک معمولی سی بات سمجھی جاتی تھی۔ آج باتوں باتوں میں دل سے

نکالی جا رہی ہے میرا مطلب آتمک گیان اور دھرم سے ہے مہاراجہ رام چندر جی مہاراج۔ راجہ جنک بھرتری ہری۔ اور دیگر بزرگ ہستیوں نے اُسی آتم گیان کو پراپت کرنے کے لئے اپنا سرو سو دیدیا تھا۔ اور اُف تک نہ کی تھی۔ لیکن آج وہ آتم گیان دربدر بھٹکا پھر رہا ہے اور اس کی جگہ شیکسپئر، ملٹن بائرن کمیس اور شیلے نے لے لی ہے۔ یعنی کہ ہماری ذہنیت میں ہی ایک انقلاب آچکا ہے۔ اور جس چیز کو ہم ہیروں اور جواہرات کی قربانی سے خریدنا فخر یا پسند کرتے تھے۔ آج اُسکو بے تحاشہ ٹھکرایا جا رہا ہے نیز جس دھرم کو قائم رکھنے کے لئے۔ گورو تیغ بہادر۔ گورو گوبند سنگھ اور اُن کے بچوں سیواجی اور حقیقت رائے نے اپنی جان کا دیدینا گوارا کیا تھا۔ آج اُس کو دیتے ہوئے اور چھوڑتے ہوئے ہماری کوئی معمولی سے معمولی رگ تک بھی نہیں پھڑ سکتی اور ہم اُس کو ایک بیوپاری سود اجبال کرتے ہوئے خفیف سے داموں میں فروخت کر دیتے ہیں۔ میتری۔ ستیا ساوتری۔ گارگی۔ دُرگا پدمنی وغیرہ دیویوں کے مقابلہ میں آج گریٹا گاربو اور دیگر مغرب کی نیم عریاں اور فاحش تہذیب کی مظاہرہ کرنے والی سٹیج ایکٹرسیں ہماری پوجا کے قابل ہو رہی ہیں۔ کتنی ذلت کی بات ہے کہ اگر ہم آج ستیا مہارانی کو بھی سٹیج پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ تو پوری مغربیت میں لت پت یعنی ہم اُسی چیز اور محض اُسی چیز کو قبولیت کا شرف دے سکتے ہیں جس پر مغرب کی مہُر ثبت ہو گی۔ مشرق سے ہمیں نفرت ہو چکی ہے۔ کیونکہ مشرق کے نوجوانوں کے دلوں کا دیوالہ نکل چکا ہے اور وہ مغرب زدہ نوجوان اگر مشرق سے کوئی تعلق رکھتے ہیں تو صرف جسم کا ورنہ اِن کی روح ان کا دماغ اور دیگر تمام قوائے مغرب کی بجلی کے ساتھ جلتے اور بجھتے ہیں۔

میری آنکھوں میں خون اُتر آتا ہے اور میرا دماغ معطل ہو جاتا ہے جب آجکل کے تعلیم یافتہ نوجوان ویدوں۔ اُپنشدوں اور گیتا کے شلوکوں کے مقابلہ میں یورپ کے مخرب اخلاق بازاری ناولوں کے لکھنے والوں مصنفوں کے حوالے پیش کرتے ہیں۔ جنہوں نے دُنیا کو ایک تماشاگاہ سمجھ رکھا ہے اور جن کے نزدیک آتما کسی بلا کا نام ہی نہیں اُن کی تمام دُنیا جسم تک ہی محدود رہتی ہے۔ میرا تو مشاہدہ یہ ہے۔ کہ آجکل کے نوجوان اِس قدر مغرب پرست ہو گئے ہیں۔ جتنے خود اہل مغرب بھی نہیں۔ یہ عام دیکھنے کی بات ہے کہ جب کوئی شخص ایک مذہب تبدیل کر کے دوسرے مذہب میں داخل ہوتا ہے۔ وہ دوسرے مذہب کا ایک پکا شیدائی بن جاتا ہے۔ اگرچہ پہلے مذہب میں رہتے ہوئے۔ اُس کا نظریہ مذہب نہایت تنگ ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح ہمارے نوجوان جن کو مغرب کی دلآرائیوں اور دلفریبیوں نے بے طرح مسحور کر لیا ہے وہ اِس قدر اِس کے دلدادہ ہو گئے ہیں۔ کہ مشرقی و شہرتی تہذیب اور تمدن کو انہوں نے بالکل پس پشت ڈال دیا ہے لیکن جرمنی۔ ٹرکی۔ مصر اور ایران کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ کہ انہوں نے ظاہری لباس کو مغربی بنا کر دلوں کو اپنی پرانی روایت پر کاربند بنانے کے لئے بے انتہا کوشش کی ہے اور اس کی کامیابی آج دنیا کے سامنے ہے۔ ایران نے تو یہاں تک کیا ہے۔ کہ عربی زبان کے الفاظ اپنی

ایرانی زبان سے نکال دیئے ہیں۔ اور عرب کے بہادروں اور دلیروں کی جگہ خاص ایران کی سرزمین کے پیدا شدہ شجاعت کے دلدادوں کو اپنی لٹریچر میں رائج کرنے کے لئے بادشاہی احکام صادر کئے ہیں یعنی ان کی یہ کوشش اپنے دلوں اور دماغوں کو زیادہ محب الوطن بنانے کی ہے اگرچہ ان کی ظاہری پوشاک میں مغرب کی تقلید روا رکھی گئی ہے۔

اسی بات کی ضرورت ہمارے ہندوستان کے نوجوانوں کو لاحق ہو رہی ہے کہ بے شک وہ ظاہری نمائش اور آرائش مغربی ہی رکھیں۔ لیکن ظاہری تبدیلی کے ساتھ باطنی تبدیلی کا ہونا مہلک اور نقصان دہ ہے۔ اُن کو اس بات کا علم ہونا چاہیئے۔ کہ جو تہذیب ہزاروں سالوں کے گذرنے پر بھی ایسی ہی سرسبز اور تازہ ہے جیسی کہ آغازِ دنیا کے وقت تھی۔ تو یقیناً کوئی نہ کوئی حقیقت اور سچائی مضمر ہوگی۔ ورنہ دنیا کی دیگر رائج تہذیبوں کی طرح کب کی راہ مُلکِ عدم ہوتی۔ یعنی اس کا اتنی مدت رہنا ہی اس کی افضلیت کا کافی ثبوت ہے۔ آج اگر نوجوانوں نے اپنے نظریۂ اور اپنی ذہنیت کو تبدیل نہ کیا تو ہندوستانیوں پر ایک ایسا پہاڑ ٹوٹنے والا ہے جس کی ضرب قیامت یا پرے سے بھی زیادہ ہولناک اور ہیبتناک ہوگی۔ مشرق اگر زندہ رہا تو مشرق ہی کے انحصار پر اور اب بھی مشرق اگر زندہ رہ سکتا ہے۔ تو مشرق کے ہی آدھار پر۔ مغرب ایک پانی اور ریت ہے جس پر جو بھی بنیاد رکھی جائے گی۔ وہ ناپائیدار ہوگی۔ اب ہی اور اب بھی سمجھنے کا وقت ہے۔ پنجاب کا مشہور شاعر حالی ببانگِ دہل نوجوانوں سے کہہ رہا ہے۔

کھیتوں کو دے لو پانی اب بہہ رہی ہے گنگا
کچھ کر لو نوجوانوں اُٹھتی جوانیاں ہیں

قومی نشاں ہمارا

کوی کرشن چندر لوی نئی دہلی

ہے خوش نما ترنگا قومی نشاں ہمارا
ہر راز۔ زندگی کا اس میں نہاں ہمارا
پھولے پھلے ہمیشہ یہ گلستاں ہمارا
قربان اس پہ ہوگا پیر و جواں ہمارا
صدیوں سے ہے یہ دشمن دور یہ زماں ہمارا
نہ مٹ سکے کبھی یہ نام و نشاں ہمارا
کن کن ہے ہیرا کنکر ہندوستاں ہمارا
بھرپور رحمتوں سے ہے آسماں ہمارا
گن گیان یوگ سادھن اپنا پیو دھرم ہے
ہے منتقیہ ہر گنوں میں سارا جہاں ہمارا
گنگو جمن یہ ندیاں چوٹی ہمالہ پربت
ہم پر ہے سایہ اس کا یہ پاسباں ہمارا
پائیں گے ہم تو منزل چاہے زمانہ دشمن
آگے۔ روی۔ بڑھے گا یہ کارواں ہمارا

بھارتیہ اور پشچمی سبھیتا

شری ہری چند آہلووالیہ

ہر ایک پرانی سُکھ چاہتا ہے اور سُکھ بھی ایسا جس میں دُکھ کا لیش ماتر بھی نہ ہو۔ لیکن بھُول سے وہ سُکھ کی تلاش دُنیا کے ساز و سامان دولت عیش و عشرت اور بھوگوں سے حاصل کرنا چاہتا ہے جتنی زیادہ اُن کے حاصل کرنے کی دَوڑ دھوپ کرتا ہے، اتنی ہی حرص اور پریشانی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ایسا ہی حال یورپین لوگوں کا ہے۔ اُن لوگوں کا اصُول ہے کھاؤ پیئو اور موج اُڑاؤ۔

Eat drink and be marry

اسی اصول کی بنا پر اُنہوں نے سائنس میں بے حد ترقی کر کے سکھ کے بہت سے سادھن تلاش کئے بیشمار دولت اور عیاشی کے سامان اُنہوں نے جمع کئے۔ لیکن مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی کے مُطابق حرص بڑھتی ہی گئی نتیجہ یہ ہُوا کہ اُنکو سچا سُکھ Peace of mind نہ تو گھریلو زندگی میں اور نہ ہی دُنیا کے پدارتھ جمع کرنے سے حاصل ہُوا۔ دراصل دُنیا کے تمام عیش و آرام و ساز و سامان حاصل کر کے بھی جب انسان کی پریشانی دُور نہیں ہوتی اور وہ ایسی زندگی سے تنگ آجاتا ہے تو وہ پرماتما کی شرن گرہن کرتا ہے جو کہ دُکھ کے ساگر میں ڈوبے ہوئے پرانیوں کے لئے کیول ایک ماتر سہارا ہے۔

۱۲ فروری کے ہند سماچار میں ایک خبر چھپی کہ ولائیت میں ایک سوسائیٹی ہے جو ہندو دھرم کا پرچار کرتی ہے اُنہوں نے خبر دی ہے کہ ناشوان پدارتھوں کی دوڑ سے تنگ آکر ۳ لاکھ انگریزوں نے ہندو دھرم میں پرویش کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔

کیونکہ ہندو دھرم سکھاتا ہے کہ سچا سُکھ تیاگ اور پرماتما کی شرن گرہن کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ پراچین کال میں ایک برہم گیانی اور تیاگی مہاتما کی جس قدر عزت تھی اتنی بڑے سے بڑے دولت مندوں کی نہیں تھی۔ چنانچہ ایسے تیاگی مہاتما جب بڑے بڑے سمراٹ راجوں اور مہاراجوں کے دربار میں آتے تو وہ تخت چھوڑ کر ایسے مہاتما کے قدموں میں اپنا سیس جھکا کر انکا سواگت کرتے تھے۔ اور اُن کی آگیا کا پالن

کرنا اپنا کرتویہ سمجھتے تھے۔

اسکی مثال اس زمانے میں بھی آپ کے سامنے ہے۔ وہ یہ کہ انگلستان میں ایک قانون ہے جس کی رُو سے جو شخص بادشاہ کو ملنا چاہیئے اُن کو ایک خاص پوشاک پہن کر جانا پڑتا ہے۔ جب جارج پنجم نے مہاتما گاندھی کو ملنے کی خواہش ظاہر کی تو اُنہوں نے یہ خاص پوشاک پہننے سے انکار کر دیا۔ اس پر بادشاہ کے قانون توڑ کر مہاتما گاندھی کو اجازت دی کہ وہ اپنی ہندوستانی پوشاک (لنگوٹی اور چادر) میں ہی اُسے مل سکتے ہیں۔ یہ تھی شان ہمارے بھارت ورش میں ایک تیاگی لنگوٹ بندھ مہاتما کی۔

ایک مہاں پُرش کے بچن بھی سنیئے:-

نہ سُکھ گھوڑے پالکی نہ سُکھ چھتر کی چھاں	سُکھ ہے ہر کی بھگتی میں یا سُکھ سنتوں ماہنہ
نہ سُکھ پڑھیاں پنڈتاں نہ سُکھ بھوپ پیاں	نہ سُکھ چٹیں کپڑیں نہ سُکھ رنگ رلیاں
نہ سُکھ دیچ گرہست دے۔ نہ سُکھ چھڈ گیاں	نہ سُکھ سجا لاپیاں نہ سُکھ لک رہیاں
نہ سُکھ تیرتھ یاترا۔ نہ سُکھ بیٹھ رہیاں	سُکھ ہے وچ وچاردے ستاں سترن پیاں

گُوربانی

جو سُکھ کو چاہیں سدا شرن رام کی لے　　کہو نانک سُنہو رے منا دُرلبھ مانش دیہہ

اب آئیے انگریزوں کے گرہستی جیون کی طرف یہ بھی اُن کا سُکھی نہیں ہے۔ ایک تو اُن کی آمدنی کا بہت بڑا حصہ انگریز عورتیں عیش پرستی پر صرف کر دیتی ہیں جس سے اُنہیں کافی تنگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے دوسرے انگریز عورتیں معمولی معمولی باتوں پر ناراض ہو کر عدالت سے طلاق حاصل کر کے دوسری شادی کر لیتی ہیں اب بہت سے انگریز آئے دن کی طلاقوں کی زندگی سے تنگ آکر ہندو عورتوں سے شادی کرنیکے خواہشمند ہیں۔ اور کچھ انگریزوں نے ہندو عورتوں سے شادیاں بھی کر لی ہیں۔ اُن کا یہ خیال سچا ہے کہ ہندو عورتیں پتی برتا اور بہت تابعدار ہوتی ہیں جو کہ پتی کی ہر مصیبت میں اُس کا ساتھ دیتی ہیں کبھی بے وفائی نہیں کرتیں۔ تو سنیئں:-

۱- ایک انگریز عورت نے اس بنا پر عدالت سے طلاق حاصل کرنیکا مقدمہ دائر کیا۔ کہ وہ رات کو اس زور سے خراٹے لیتا ہے کہ اُسکی نیند اُچاٹ ہو جاتی ہے۔ اسلیئے دوسری شادی کرنیکی اجازت دی جاوے۔

۲- ایک دوسری انگریز عورت نے طلاق حاصل کرنیکے لیئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا کہ میرا خاوند میرے کُتے سے پیار نہیں کرتا۔ اور میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتی۔

۳- ایک اور انگریز عورت نے عدالت میں طلاق کی درخواست دی۔ کہ جب وہ کلب میں جاتی ہے تو میرا خاوند مجھے شراب پینے اور مجھے دوستوں کے ساتھ ناچ کرنے سے منع کرتا ہے۔ طلاق کی ڈگری دی جاوے۔

"باقی پھر"

رسالہ "اوم" دلی

کا

دھرم پرچار پرکاش

اوم "پریمیوں کی سہاتیا سے "دھرم پرچار پرکاش" کے انترگت مندرجہ ذیل پستکیں شائع کی گئی ہیں:-

۱- بالمیکی رامائن حصہ اوّل -
۲- شریمد بھگوت گیتا کا سنکشپت پاٹھ -
۳- یوگ ابھیاس اور گائیتری جاپ -
۴- گوبند اپدیش -

ان دنوں نئے بننے والے رسالہ **اوم** کے سالانہ خریداروں کو ہم مندرجہ بالا چاروں پستکیں مفت بھینٹ کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ بالمیکی رامائن کا دوسرا حصہ خاص رعایتی قیمت پر دیا جا رہا ہے۔ بالمیکی رامائن حصہ سوئم بھی شائع ہونے پر انہیں رعایتی قیمت پر دیا جائے گا جس کا اعلان صفحہ ۲ پر کیا گیا ہے۔

اپنشد :- بالمیکی رامائن حصہ سوئم کے بعد ہمارا ارادہ اپنشد شائع کرنے کا ہے۔ اس کے متعلق مفصل پروگرام کا اعلان ہم رسالہ "اوم" کے کسی آئندہ شمارہ میں کریں گے:

از چنڈی گڑھ مورخہ ۱۳-۷-۱۹۷۶ — ۳۵۴۱ — ۱۱۵

شریمان منیجر صاحب رسالہ "اوم" دہلی۔ نمسکار۔ آپ کے ارسال کردہ دونوں خطوط اور رجسٹرڈ بک پیکٹ مل گئے ہیں۔ بہت بہت شکریہ۔ آپ کا ارسال کردہ رسالہ اوم کا پرچہ بطور نمونہ بھی موصول ہوا۔ واقعی آپ کی کارکردگی قابل ستائش ہے۔ جو آپ اتنے اچھے دھارمک مضامین رسالہ میں شامل کرتے ہیں۔ بلاشک یہ ہندو دھرم کی لاثانی خدمت ہے جو آج کے زمانے میں سب سے عنقا ہے۔ میں نے ابھی کسی حد تک آپ کے ارسال کردہ لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ اس سے اچھے مضامین آجکل پڑھنے کو نہیں مل سکتے۔ بہرحال ایک بار پھر آپ کا شکر گزار ہوں۔

شبھ چنتک :- پیارے لال شرما پی۔ سی۔ ایس

چنڈی گڑھ 14/8-22-B

بالمیکی رامائن (سنکھشپت)

بالمیکی رامائن میں کُل سات کانڈ ہیں ـــــ بال کانڈ۔ اجودھیا کانڈ۔ ارنیہ کانڈ۔ کشکندھا کانڈ۔ سندر کانڈ۔ یدھ کانڈ۔ اور اُتر کانڈ۔

بالمیکی رامائن حصہ اوّل میں بال کانڈ اور اجودھیا کانڈ شائع ہوئے ہیں۔ اس کی قیمت گیارہ ۱۱ روپے ہے۔ لیکن یہ حصہ رسالہ اوم کے خریداروں کو سالانہ چندہ میں ہی مفت بھینٹ کیا جاتا ہے۔

بالمیکی رامائن حصہ دوئم میں ارنیہ کانڈ اور کشکندھا کانڈ شائع ہوئے ہیں اسکی قیمت آٹھ ۸ روپے مقرر ہے۔ مگر رسالہ اوم کے سالانہ خریداروں کو ۳۰ ستمبر ۱۹۷۶ء تک یہ حصہ صرف چار ۴ روپے میں دیا جائے گا۔ رجسٹری ڈاک خرچ دو ۲ روپے علاوہ ہوگا۔ وی پی منگوانے پر ایک روپیہ زائد۔

یکم اکتوبر ۱۹۷۶ء کے بعد حصہ دوئم کی رعایتی قیمت پانچ ۵ روپے۔ علاوہ ڈاک خرچ ہوگی۔

بالمیکی رامائن حصہ سوئم کی لکھائی چھپائی کا کام شروع ہے اس میں سندر کانڈ۔ یدھ کانڈ اور اُتر کانڈ شائع کئے جائیں گے۔ سندر کانڈ اور یدھ کانڈ کی لکھائی مکمل ہو چکی ہے اور اُتر کانڈ بھی مکمل ہونے والا ہے۔ اسکی قیمت چودہ ۱۴ روپے مقرر ہوگی لیکن شائع ہونے پر یہ حصہ رسالہ اوم کے سالانہ خریداروں کی خدمت میں صرف آٹھ ۸ روپے۔ علاوہ دو ۲ روپے ڈاک خرچ کل مبلغ دس ۱۰ روپے کے لئے وی۔ پی کیا جائیگا۔ بعد ازاں رعایتی قیمت دس روپے علاوہ ڈاک خرچ وصول کی جائے گی۔ اس لئے جو سجن رسالہ اوم کے سالانہ خریدار بننے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ انہیں موجودہ رعایت سے مستفید ہونے کے لئے اپنا چندہ جلد ہی بھیج دینا چاہیئے ـــــ گذشتہ اعلان کے مطابق ہماری اپیل پر جن اوم پریمیوں نے بالمیکی رامائن کے آخری حصہ (دوئم و سوئم) کی رعایتی قیمت بمعہ ڈاک خرچ ہمیں پیشگی ارسال کر دی تھی اُن کی خدمت میں حصہ دوئم بذریعہ رجسٹری بھیج دیا گیا تھا۔ اور حصہ سوئم بھی شائع ہونے پر بذریعہ رجسٹری ارسال کیا جائے گا اس امداد اور حوصلہ افزائی کے لئے ہم اُنکے تہ دل سے شکر گذار ہیں۔ "منیجر"

ضروری نوٹ:۔ رسالہ اوم کے نئے بننے والے خریدار سالانہ چندہ اٹھائیس ۲۸ روپے کے ساتھ ہی بالمیکی رامائن حصہ دوئم کی رعایتی قیمت چار ۴ روپے۔ کل مبلغ بتیس ۳۲ روپے بھیجکر دو ۲ روپے ڈاک خرچ کی بچت کر سکتے ہیں۔ انہیں سالنامہ یوگ انک۔ گیتا یا تھارتھ یوگ ابھیاس، گوبند ایڈیشن اور بالمیکی رامائن حصہ اوّل کیساتھ ہی حصہ دوئم بھی ارسال کر دیا جائیگا۔ "منیجر"



AUGUST : 1976
Vol. 44
Monthly 'OM' Delhi
Regd No. of the Newspaper R. No. 660/57
P O. Regd. No. D. (D) 68



